# دعوتِ حق

ابوالکلام آزاد

کتاب خانہ دہلی

# تاریخ عہد عبّاسیہ

## کا ایک صفحہ

مناظرہ دربارِ مامون الرشید

مناظرہ کا اہتمام اور ہیبت و اجلالِ دربار

ایوانِ دربار میں صاعقۂ حق کی پہلی گرج

اور ———

مامون کی محویت

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

پرنٹر :- کوہ نور پرنٹنگ پریس لال کنواں دہلی

پبلشر :- کتاب خانہ دہلی

# صاحب عزیمت
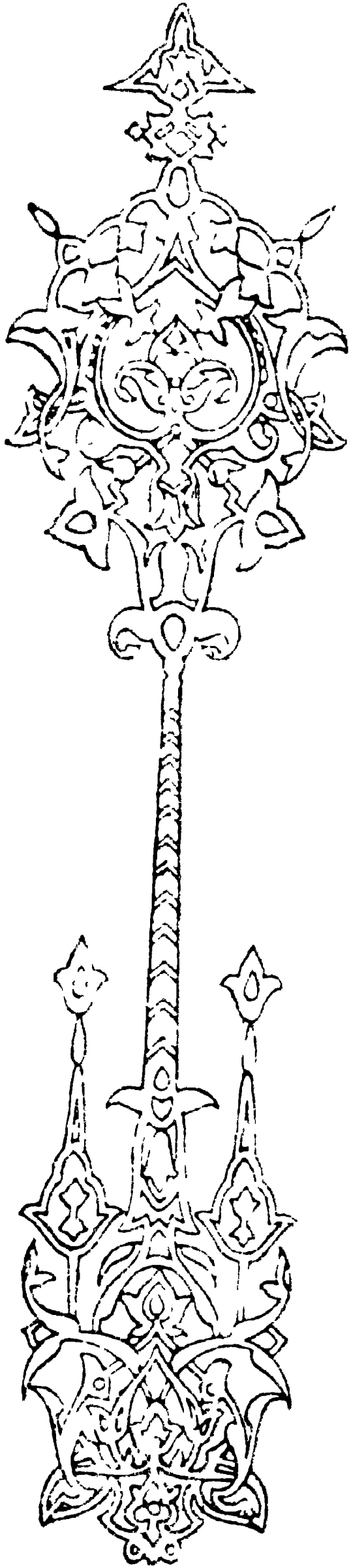
اچانک ایک مرد ہمت اٹھتا ہے
اور نہ صرف قدم رکھتا ہے بلکہ دوڑتا
ہوا چلا جاتا ہے - راہ کی وہ مشکلیں اور
دو...یں جو ضعفا عہد کیلئے مصیبتوں کے
پہاڑ اور ہستوں اور دہشتوں کی گھاٹیاں
تھیں اور جنکے وہم و تصور سے بیچارگان
وقت کی ارواح پر ایسی دہشت و ہیبت
طاری ہو جاتی تھی کانہم یساقون
الی الموت و هم ینظرون تو وہ
سب اسکے جولان قدم کیلئے ایک مست غبار
یا ایک تودۂ خس و خاشاک سے
زیادہ حکم نہیں رکھتیں - سب دیکھتے کے
دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں اور وہ بڑھکر
عزیمت دعوت و ہدایت عامہ کا باب مسدود
کھول دیتا ہے اور اس کی زبان ہمت و
مقال فتوہ اس ترانۂ رحر سے زمزمہ ساز
بزم عالم و عالمیان ہوتی ہے -

تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسیٰ و نہ طور
این دلم ہست کہ زینگونہ ہزاران دیدہ است

ابوالکلام آزاد

لکھنؤ دہلی

# علمائے سلف کی حریتِ حقہ
# اور دعوتِ الی الحق کا ایک نظارہ

اِسلام کے ابتدائی عہدوں میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف
و تفریق کی بنیادیں رکھی ہیں، اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کی صراطِ
مستقیم اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھائی ہے
ان میں سے ایک معرکۃ الآرا اور شدید الاختلاف مسئلہ "خلق و قدم
قرآن" کا بھی ہے۔

سیدھی راہ کھول دی تھی، اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان صرف اسی کی رہروی میں مشغول رہیں۔ آپ کے بعد تمام عہدِ صحابہؓ بھی اسی حال میں بسر ہوا۔ لیکن بنو اُمیّہ کی حکومت نے نظامِ خلافتِ اسلامی میں ایک انقلابِ عظیم کر کے اُس کی اجتماعی قوّت کی نشو و نما روک دی اور نئے نئے فتنوں اور ہلاکتوں کا دروازہ کھول دیا۔ ایک بڑا فتنہ علومِ عقلیہ قدیمہ اور مذہب کا غیر صالح اختلاط تھا۔ ایک طرف نومسلم عجمی اقوام اپنی تمام پرانی بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھ لائیں، دوسری طرف اہلِ کتاب اور مجوسی علماء حکومتِ اموی کی تمام شاخوں اور محکموں پر حاوی ہو گئے۔ اِن لوگوں نے جہاں اپنی مذہبی روائتیں مسلمانوں میں پھیلائیں، وہاں فلسفیانہ مباحثِ قدیمہ کا وہ دفترِ پارینہ بھی کھول دیا جو اسکندریہ، و سوریا کے کھنڈروں اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ہو چکے تھے۔

دراصل اس سوال کو پیدا کرنا ہی ایک سخت ضلالت اور

# مسئلہ "خلقِ قرآن"

مسئلہ "خلق و قدمِ قرآن" مقصود یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ہمارے پاس ایک کتاب کی شکل میں موجود ہے، اُس میں الفاظ ہیں اور معانی ہیں۔ الفاظ کی آواز ہے جو مختلف حرکاتِ زبان و اطرافِ زبان سے بنتی اور نکلتی ہے۔ معانی کے حقائق متصوّرہ ہیں جن کا وجودِ معقولی بھی ہے اور وجودِ خارجی بھی۔ پس اِن اعتبارات سے قرآن قدیم ہے یا حادث؟ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

اِس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ دان اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا۔ اسلام کی اصلی سرزمین اِن لاحاصل اور قوائے عملیہ کو بیکار کرنے والی کاوشوں سے بالکل پاک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اِن سوالات سے صحابہؓ کو روکا جو اُن کی عملی زندگی اور اُن کے نصب العین سے اُن کو ہٹانے والے تھے۔ اسلام نے عمل و سعادت کی ایک ہی

صفاتِ کاملہ قدیم ہیں۔ اس کی ایک صفت کلام ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے
پس حروف واصوات والفاظ کی جس مرتبہ و منظّمہ تشکل میں وہ موجود
ہے۔ اس کی حقیقت نظمی وترتیبی کو بھی قدیم ہی ہونا چاہیئے۔

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر
نظر و بحث کی اور راہیں بھی کھول دیں۔ فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ و
معقولات یونانی سے متاثر ہو چکا تھا، اِس مسئلہ کو بالکل دوسری
نظر سے دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر نازل ہوا۔ اس سے پہلے نہ تھا۔ وہ ایک بامعنی عبارت
ہے۔ عبارت جملوں سے مرکب ہے، جملے الفاظ سے، اور الفاظ
حروف سے۔ یہ حروف اور یہ الفاظ جب ہماری زبان سے
نکلتے ہیں۔ تو ہماری آواز ہوتے ہیں۔ جو اس سے پہلے
نہ تھی، اور جس کا حدوث ہمارے ہی حلق و زبان سے ہوا۔
پس اِن اعتبارات سے قرآن مخلوق ہے قدیم نہیں ہوسکتا۔

مسلکِ شریعت سے انحراف تھا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جس کو خدا کے رسول نے ہم تک پہنچایا۔ ہماری معلومات اس کی نسبت صرف اِسی قدر ہیں۔ اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے اتنا علم کافی ہے۔ وہ مخلوق ہے یا قدیم؟ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ہمارے سامنے کیا، نہ اللہ کے رسولؐ نے۔ نہ تربیت یافتگانِ عہدِ نبوت نے پس جو کچھ ضروری تھا وہ وہی تھا جو بتلا دیا گیا، اور جو نہیں بتلایا گیا وہ ضروری ہی نہیں ہے اور اس کی فکر دکاوش میں ہمارے لئے کوئی سعادت نہیں۔

سلفِ صالح اور محدثین کرام کا یہی مسلک تھا، اور صرف اسی راہ میں امن تھا، لیکن افسوس کہ مسلمان ان فتنوں سے نہ بچ سکے جو ان سے پہلے کی قوموں میں موجبِ ضلالت ہو چکے تھے۔

پھر قدم وحدوث کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو مسئلہ بالکل واضح تھا، اور اس کی حقیقت ایک ہی تھی، اللہ اور اس کی تمام

یقیناً حادث ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ قرآن بھی نہیں ہے۔ قرآن تو اُس حقیقت نظمی کا نام ہے جو ان حرفوں کی ایک خاص الٰہی ترتیب و تنظیم سے متشکل ہوئی اور "الحمد للہ ربّ العٰلمین" بن کر لسان وحی پر جاری ہوئی۔ وہ قدیم ہے، اِس لئے کہ خدا بھی قدیم ہے۔

گلستاں کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہیں ہے، لیکن گلستاں سعدی کی ہے۔ اس لئے وہ حقیقت جو انفراد حروف واصوات کے علاوہ ہے، اسی کا نام گلستاں ہوگا اور وہی سعدی کی تصنیف ہے۔

پس "قرآن" جس کتاب کا نام ہے، وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہو سکتی۔ معتزلہ نے اُسے مخلوق قرار دے کر ایک طرف تو اُن بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کے لئے سب سے بڑا فتنہ تھا، دوسری طرف قرآن کی الٰہی عظمت و قدوسیت

علاوہ بریں اللہ ہر شے کا خالق ہے، قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے۔ اسے بھی مخلوق ہونا چاہیئے۔

اِن خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائی۔ انہوں نے دعوٰے کردیا کہ قرآن مخلوق ہے، اور اس طرح گمراہی و فساد کا ایک بڑا دروازہ اُمت پر کھول دیا۔ اُن کی ہدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ہو گئی۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ اصواتِ حروف کا مخلوق ہونا جو انسان کا فعل ہے دوسری چیز ہے اور قرآن کا مخلوق ہونا جو ایک حقیقت نظمی و ترتیبی کا نام ہے بالکل دوسری ہے۔ قرآنِ حکیم کو کسی اعتبار سے بھی مخلوق و حادث نہیں کہہ سکتے۔ وہ نہ تو حرفوں کا نام ہے اور نہ اُن آوازوں کا جو انسان کے حلق سے نکلتی ہیں۔ "الحمد للہ ربّ العٰلمین" کا ہر حرف اور ہر لفظ اپنی انفرادی حالت میں جو آواز پیدا کرتا ہے، اور ان کی حرکاتِ صوتیہ سے جو تموّج ہوا کے ذرّات میں ہوتا ہے

جن کے لئے ہمارے سلف صالح اور علماء حق نے ایک عظیم الشان داخلی جہاد کیا اور اکثر اوقات اپنی زندگیوں تک کی قربانی کردی محض ایک لفظی نزاع تھی، اور صرف سوءِ فہم و کج ذہنی نے اُن کو اہم و دقیق بنا دیا تھا۔

وہ اِن لوگوں کی عقلوں پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان سے زیادہ عقلمند ہیں۔ کیونکہ اِن بحثوں کی بے وقعتی و بے اثری کو خردمندانہ محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم اُن سے متفق نہیں ہو سکتے۔ یہ مسائل جس عہد میں پیدا ہوئے وہ اسلام کی نشوونمائے اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا۔ اس کے سرچشمے پھوٹ کر بہہ رہے تھے۔ اور ایک تنکا بھی اُن کی راہ میں آجاتا تھا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی تنکے جمع ہو کر ایک دن بڑی بڑی نہروں کے دہانوں کو بند کر دیں گے۔ محدثین کرام نے اِس حقیقت کو سمجھا، اور اسلام کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ ان کی مثال اس جانباز عاشق کی سی تھی، جو

کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پیدا کر دیا

قرآن کی ربانی و آلہی عظمت کا اعتقاد اسلام کی تمام کائنات

زندگی کی اصلی روح تھی ۔ پس اگر آغازِ عہد ہی میں اس

کی پوری حفاظت نہ کی جاتی تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب

لوگ توراۃ اور انجیل کی طرح قرآنِ حکیم کی عزت آلہی کو

بھی غارت کر دیتے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرزندانِ اسلام کی سب سے بڑی مقدس حاملِ

شریعت جماعت یعنی محدثینِ کرام کو اِس بدعتِ مضلہ کے انسداد کے لئے

کھڑا کر دیا اور انھوں نے اپنا خون بہا کر اس مسئلہ کے دست برد

سے قرآنِ حکیم کی حفاظت کی ۔

## مسئلہ کی اہمیت

آج کل کے بعض اربابِ علم و نظر کا خیال ہے کہ اس قسم کی بحثیں

ہو سکتا ہے۔ تم ان پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جانثاروں کی حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو اس کی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بھی اِس طرح بیچین ہو جاتے تھے، گویا اُن کے بستر پر دہکتے ہوئے انگارے بچھا دیئے گئے۔

قرآنِ حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے ہو، یہ دراصل انہی محدثینِ کرام کی حق پرستیوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اِس کو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قرآن کے لئے اُٹھائی جائے اور کوئی بات اس کی نسبت کہی جائے جو اس کی غیر انسانی عظمت کی تنزیہ و تقدیس کو بٹہ لگائے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو۔ یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا؟ معتزلہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق و حادث ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ اور اس طرح قرآن کے لئے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی بات کا اقرار کرانا چاہتے تھے۔ جس کا

اپنے معشوق کے تلووں میں ایک کانٹے کی چبھن بھی دیکھتا ہے تو اس زور سے چیختا ہے گویا اس کے پہلو میں خنجر نے شگاف کر دیا۔ وہ اس ایک ایک تنکے، ایک ایک کانٹے، اور مٹی کے ایک ایک ذرّے کے لئے اپنی گردنوں کو ذبح کرا دینا چاہتے تھے۔ جو اسلام کی راہ میں آ جائیں، اور اُس کی صراطِ مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں۔ اگر اس وقت اللہ تعالےٰ فرزندانِ اسلام کی اِس سب سے زیادہ برگزیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کر دیتا، اور وہ ایک داخلی جہادِ عظیم کر کے اِن تمام فتنوں کا سدِ باب نہ کرتے تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دُنیا کے تمام محرف و مسخ مذاہب کی نظر آ رہی ہے، اور اس کی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات و محدثات کا سیلاب بہا لے گیا۔

آج تمہارا حال یہ ہے کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں، تو تمہیں اتنا بھی صدمہ نہیں ہوتا جتنا کسی اُنگلی کے پوٹے میں سوئی کی خلش سے

اُن کے دلوں کو جمالِ قرآن و سنّت کے عشق سے پھیر سکیں فی الحقیقت یہی وہ پاک جماعت تھی جس کے لئے زبانِ نبوّت نے اوّل روز ہی حکم سُنا دیا تھا۔

| | |
|---|---|
| لا یزال طائفۃ من اُمّتی | میری اُمّت کا ایک نہ ایک گروہ ہمیشہ حق پر |
| قائمین علی الحق، حتیٰ | رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے گا اور |
| یاتی امر اللہ وھم غالبون | وہ اسی طرح غالب رہیں گے۔ |

بہرحال علمائے حق اور محدثینِ کرام نے اِس بدعت شدیدہ اور فتنۂ عظیمہ کا اِس قوّت و سرفروشی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ تمام دُنیا کی حق پرستی وامر بالمعروف کی تاریخ میں اس کے واقعات یادگار رہیں گے۔

اگر یہ مسئلہ صرف عامۂ معتزلہ تک محدود رہتا تو پیروانِ اسلام کے سوادِ اعظم کے لئے (جو اس کا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی یہ صرف بحث و دلائل کا میدان ہوتا اور زبان و قلم کا جہاد اس کے لئے کافی تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ حکومت وقت نے اِس مذہب کا ساتھ دیا۔ اور بعض خلفائے

اقرار نہ تو خود قرآن نے کرایا اور نہ رسولؐ نے کچھ کہا، پھر کیا یہ ایک سخت فتنہ نہ تھا جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ابلیسی دروازہ کھولتا تھا؟ اور کیا یہ شریعت پر حملہ کرتا اور اسلامی اعتقاد کی ترمیم نہ تھی؟

محدثینِ کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اِس طرح کے تمام فتنوں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی ان کو گوارا نہ کیا، واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ یکسر صحیح و واقعی تھے۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ انہی مسائل نے بالآخر اسلام کی حقیقی تعلیم کو طرح طرح کی خارجی ضلالتوں سے آلودہ کیا، اور ان کوششوں کے بعد بھی اسلامی عقائد غیر دینی اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے۔ صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جن کے دلوں کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔ نہ تو انقلابات علمی کے مؤثرات ان کی استقامت حق پر غالب آ سکے۔ اور نہ انسانی افکار و اوہام کی دلکشیاں

مرکزیت کے لئے کوئی ذرّہ نہ تھا، یونان و ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی۔ وہ بغداد کی گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے۔

لیکن دوسری طرف اسلام کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں آکر دیکھئے، تو اس کے ہاتھ میں استبداد کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں!

مامون الرشید کے اِسی استبدادِ داخلی کے سلسلہ میں مسئلہ "خلقِ قرآن" کا فتنۂ عظیمہ بھی ہے، جس نے تیسری صدی ہجری میں علماءِ حق کے ابتلاؤ امتحان کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کر دیا تھا۔ اُس نے معتزلہ کا مذہب "خلق" قبول کر لیا، اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا۔ اس نے چاہا کہ اپنی حکومت کے جبر و قہر سے لوگوں کو مجبور کرے، اور اِس چیز کا اقرار کرائے جس کے لئے شریعت نے اُنھیں کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ بلا شبہ وہ

عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھ ہو کر "خلق قرآن" کے مسئلہ کو بہ جبر پھیلانا چاہا

اُنھوں نے حکومت کے زور، سزاؤں کے اعلان، قیدخانوں کی زنجیروں

اور جلّادوں کی تلواروں کو حرکت دی، اس لئے یہ علمی مسئلہ

علمی نہ رہا بلکہ اربابِ حق کے ابتلا وآزمائش کی ایک ہیبناک

ہولناکی بن گیا۔

## مامون الرشید کا استبداد

خلفائے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب وغریب

حکمران گزرا ہے۔ اس کی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہو

گئی تھیں۔ وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا، عربیہ کا کامل الفن

تھا، علم وحکمت کا عاشق اور حرّیت وآزادی کا حامی تھا۔ اس کی

حرّیت پسندی نے دنیا کے تمام مذہبوں کو مطلق العنان چھوڑ دیا تھا الحاد

آزاد تھا، ثنویت کی پرستش نہ تھی، مانویت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی

"خلق قرآن" کے مسئلہ کا سرکاری طور پر اعلان کیا اور دارالخلافہ میں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا لیکن جبر و تشدّد کی ابتدا ۲۱۸ھ سے نظر آتی ہے، جبکہ مامون الرشید پوری قوت کے ساتھ آمادہ ہو گیا تھا کہ تلوار کے زور سے "خلقِ قرآن" کا مذہب مسلمانوں میں پھیلائے۔

چنانچہ اِسی سنہ میں اس نے ایک فرمان اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کے نام بھیجا۔ فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علمائے شہر کو جمع کرو۔ جو لوگ "خلق قرآن" کا اقرار کریں اُنھیں چھوڑ دو، جو انکار کریں اُن کی نسبت خبر دو۔ پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشر بن ولید الکندی قاضی القضاۃ ابراہیم بن مہدی اگر انکار کریں تو قتل کر دیئے جائیں لیکن ان کے علاوہ دیگر منکرین "خلقِ قرآن" کو صرف قید کر دیا جائے[۵]

ابراہیم بن مہدی کے قتل کا تو پولٹیکل اسباب سے وہ

---

۵ ابوالفداء جلد دوم صفحہ ۳۱

اپنے بھائی امین الرشید کو قید خانہ کی کوٹھری میں قتل کرا سکتا تھا، اور یقیناً اس کے بھیجے ہوئے جلادوں کی تلواروں میں یہ قدرت تھی کہ مسکین امین کے تکئے کی ڈھال پر غالب آجائیں۔ لیکن اُس کی پوری حکومت اور حکومت کی تمام طاقتیں بھی اِس سے عاجز تھیں کہ حاملین شریعت اور علمائے حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکیں اور اُن کو حق و ہدایت کی اُس راہ سے پھرا دیں جس پر اُن کا یقین اور نورِ ایمان اُنھیں چلا رہا تھا۔

تاہم فتنۂ عظیم تھا، اور اس کے قہارانہ نتائج نے وہ سب کچھ کیا۔ جو ایسے مواقع میں ہمیشہ ہوا ہے۔ بہت سے علماء حق قید ہوئے۔ بہت سے جلا وطن کئے گئے۔ بعض خاک و خون میں بھی تڑپے اور بہتوں کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھی گئے۔

## فتنہ کی ابتدا

غالباً سب سے پہلے ۲۱۲ سنہ ہجری میں مامون الرشید نے

تمام آئمہ سلف میں اپنی مخصوص فضیلتوں کی بنا پر ایک ہی شخص

ہیں جن کو "امام اہلِ سُنّت والجماعت" کے لقب سے پکارا جاسکتا ہے

ہم کبھی آئندہ امام موصوف کی اِس یادگار قربانی کا حال بہ تفصیل

لکھیں گے۔ یہاں صرف اسی قدر اشارہ کرکے ایک دوسرے واقعہ

کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں۔

## جامع رصافہ

اِس واقعہ کے بعد ہی مصائب ومحن کا ایک سیلاب اُمنڈ آیا۔

اور تمام بغداد کانپ اُٹھا۔ علماء کے سامنے صرف دو ہی راہیں

تھیں، یا اس چیز کا اقرار کریں جس کا اقرار شریعت نے اُن سے

نہ کرایا۔ یا جلّاد کی تلوار دیکھیں اور قید خانہ کی زنجیروں سے ہم

آغوش ہوں۔ بہتوں نے بغداد سے ہجرت کی۔ بہتوں نے گھر سے

نکلنا بند کر دیا۔ بہتوں کی عزلت گزینی یہاں تک بڑھی کہ جمعہ کی

خواستگار ہی تھا۔ لیکن بشر بن ولید کے لئے تنقل کی سختی اس لئے تھی کہ

وہ قاضی القضاۃ تھے ۔ افسوس کہ ان دونوں کا ثبات اِس پہلی

آزمائش ہی میں ہلاک ہوگیا۔ اور "خلقِ قرآن" کا اقرار کرکے

اپنی جان بچالی، اور بہت سی کمزور روحوں نے بھی ان کا ساتھ دیا

لیکن علمائے حق کی ایک مقدّس جماعت ایسی بھی تھی جس کے لئے حکومت

کی تلواروں اور دنیوی عقوبتوں کے فرمانوں سے بڑھ کر خدا کا فرمان

ہیبت وسطوت رکھتا تھا اُنھوں نے صاف انکار کردیا، اور قیدخانہ

کی بیڑیاں خوشی خوشی پہن لیں۔

اِس جماعتِ حق کا سرتاج وہ وجودِ مقدّس ومبارک تھا، جس کو

شریعت کے احیا وتجدید اور کتاب وسنت کے مسلک قویم کے اعلان

وحفظ کی خدمت درگاہ الٰہی سے سپرد ہوئی تھی، اور جس کی قربانی

کو خدا نے اس فتنہ کو استیصال کے لئے روزِ ازل ہی سے چن

لیا تھا۔ یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو فی الحقیقت

میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالتا تھا، پولیس اُسے گرفتار کر لیتی
تھی۔ اور ان کے سامنے لے جاتی تھی۔ وہ جو حکم دیتے تھے۔ اُس
کی معاً تعمیل کی جاتی تھی۔ علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر
سچائی کے لئے دُکھ اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، بظاہر ان
کا ہمزبان بن گیا تھا اور نفاق کی سپر پران کی تلوار کو روکتا تھا۔

یہ متوحش خبریں بہت جلد تمام عالم اسلامی میں پھیل گئیں اور
ہر شہر میں اسی فتنہ کا چرچا ہونے لگا۔

## شیخ عبدالعزیز الکنانی

مکہ معظمہ میں اس وقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبدالعزیز
بن یحییٰ کنانی تھے، انھوں نے جب اس فتنہ کا حال سُنا اور مامون
کے قہر و جبر، معتزلہ کے استیلاء، اور علماء کی خاموشی کی سرگذشتیں معلوم
کیں، تو غیرتِ حق کے جوش اور امر بالمعروف کی روح ایمانی کے

جماعت کی شرکت بھی ترک کر دی۔ لیکن کسی کو اس کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ مامون الرشید کی سطوت وجلال کے مقابلہ کے لئے اُٹھے اور اس جبر و قہر اور تسلّطِ غیر شرعی سے اُسے روکے۔

مامون نے گذشتہ واقعات ہی پر قناعت نہ کی، بلکہ استبداد وجبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ بغداد کی سب سے بڑی مسجد "جامع رصافہ" تھی جو رصافہ کے شرقی جانب واقع تھی اور جس کا صحن ہمیشہ علمائے ملّت کے درس و مواعظ کی مجلسوں سے پُر رہتا تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ فقہا اور محدّثین میں سے کوئی عالم مسجد میں درس نہ دے اور نہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے۔ صرف بشر مریسی اور محمد بن جہم کے لئے یہ منصب مخصوص ہے۔ جو اکابرِ معتزلہ، اور "خلق قرآن" کے دعاۃ میں سے تھے۔

انہی دونوں شخصوں کے ہاتھ میں تمام فقہاء و محدثین کی موت و حیات کا رشتہ دے دیا تھا۔ جو عالم مسئلہ "خلق قرآن" کی مخالفت

| | |
|---|---|
| حتی قدمت بغداد | اپنی سلامتی کا خواستگار تھا۔ یہاں تک کہ بغداد |
| فشاهدت من غلظ | تک پہنچ گیا اور اپنی آنکھوں سے تمام حالت دیکھی |
| الامر و امتداده افعاف | مجھ پر روشن ہوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا زیادہ سخت |
| ما کان تیصل بی | و پر مصیبت ہے جتنا میں نے سنا تھا۔ ج انتہیٰ |

ہم شیخ موصوف کے رسالہ سے اس سفر حق اور جہادِ امر بالمعروف

کے واقعات نقل کرتے ہیں۔

## ورود بغداد

شیخ عبدالعزیز بغداد پہنچے اور یہاں کے تمام حالات معلوم

کئے۔ سب سے پہلے مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح مامون الرشید کے

دربار تک پہنچیں، اور اُس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف کا فرض ادا

کریں لیکن اس میں بڑی ہی مشکلیں تھیں۔ ہر قدم پر اس کا خوف لگا تھا کہ

کہیں مامون کے مقابلہ سے پہلے ہی گرفتار نہ کرلئے جائیں۔ یا قتل کا

اضطراب سے بے اختیار ہو گئے اور عزم بالجزم کرلیا کہ اس فتنہ
کے انسداد کی راہ میں اپنی زندگی قربان کردیں گے۔ وہ اپنے رسالہ
میں (جو خاص طور پر اسی واقعہ کی نسبت لکھا ہے اور جس کا
قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) لکھتے
ہیں:-

| | |
|---|---|
| اتصل بی لانا بمکتہ ما | میں کہ میں تھا جب مجھ کو بغداد کے واقعات |
| ابتلی بہ النّاس فی بغداد | معلوم ہوئے کہ کس طرح مسلمان ایک سخت |
| کیف استطال علیہم | مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور کس طرح |
| بشر المریسی ولبس علےٰ | بشر مریسی ان پر سختیاں کر رہا ہے۔ اور کس |
| امیر المؤمنین وعامۃ | طرح امیر المومنین اور ارکانِ سلطنت پر |
| اولیائہ، فاطار نومی، و | اس کا داؤ چل گیا ہے۔ پس میں غفلت سے |
| خرجت من بلدی متوجھاً | چونکا اور اپنے شہر سے نکلا۔ اللہ کی طرف |
| الی ربی، واسألہ سلامتی | میری نظر تھی اور اسی کے فضل و نصرت سے |

کیا کہتا ہے ؟ "

بچّے نے پکار کر جواب دیا ۔ "کلام اللہ، منزل، غیر مخلوق، اللہ کا کلام، اُتارا ہوا، غیر مخلوق !! "

آہ، یہ چند لفظ تھے جو ایک بچّے کی زبان سے نکلے۔ لیکن فی الحقیقت انہی کے اندر دعوتِ حق اور امر بالمعروف کی ایک کائناتِ ایمان مخفی تھی ۔ یہ وہ صدا تھی جس کے لئے اس وقت بغداد کا ایک ایک ذرّہ پیاسا تھا ۔ لیکن اس کی در و دیوار کو برسوں سے نصیب نہیں ہوئی تھی ۔ صرف ایک بار اس جملہ کو کہہ دینا ہی وہ جہادِ اعظم تھا ۔ جس کی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہائے عبادت اور روز ہائے صیام بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے ۔

اس لئے نہیں کہ "خلقِ قرآن" کا مسئلہ دعوتِ حق کی قوتوں کے خرچ کرنے کے لئے سب سے بڑا مصرف تھا، اور اس لئے بھی نہیں

فتویٰ نہ دے دیا جائے۔

وہ اللہ کی طرف جھکے۔ اس راہ میں اس کی نصرتِ غیبی سے مدد چاہی، اور ایک خاص تدبیر کر کے جمعہ کے دن جامع رصافہ میں پہنچے۔ ان کا چھوٹا سا لڑکا بھی اُن کے ساتھ تھا۔

## جامع رصافہ میں کلمۂ حق کا اعلان

نمازِ جمعہ ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ لوگوں نے حیرت و تعجب کے ساتھ ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ ایک شخص جو اپنی صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ہوتا ہے، پہلی صف میں کھڑا ہو گیا ہے، ایک چھوٹا سا بچہ اُس کے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھ لگائے اُس کی طرف نگراں ہے، اور بآوازِ بلند باہم سوال و جواب ہو رہا ہے:۔

اجنبی نے پکار کر پوچھا۔ "میرے بیٹے! قرآن کی نسبت تو

ہی اصلی کام تھا۔ اس کے بلند کر دینے کے بعد یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ اُس نے کام کیا کیا؟ حق کا کہنا جب جرم ہو جائے تو حق کہدینا ہی سب سے بڑا کام ہے۔

اگر شیخ عبدالعزیز کنانی اس کے بعد ہی قتل کر دیا جاتا، جب بھی اس کے کام کی عظمت کا ایک ذرّہ بھی نہ گھٹتا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطانِ جابر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد کلمۂ حق ہے جو کسی جابر بادشاہ کے مقابلہ میں کہا جائے۔

## حاکم پولیس اور شیخ کی گفتگو

اس سوال وجواب کی ایک ہی صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچا دیا۔ لوگ حیرت سے دم بخود ہوگئے اور حیران ہوکر

کہ اس صدا کے ایک بار بلند ہو جانے سے وہ جیل خانے کھل جا سکتے تھے جن کے اندر علمائے حق محبوس تھے اور وہ زنجیریں ٹوٹ جا سکتی تھیں جو امام احمد بن حنبلؒ اور محمد بن نوحؒ کے پاؤں میں پڑی تھیں، بلکہ صرف اِس لئے کہ جبر و استبداد غیر شرعی سے ایک کلمۂ حق کو کہنا جرم قرار دے دیا گیا تھا، اور انسان کا ہاتھ بڑھ رہا تھا تاکہ خدا کی کھُولی ہوئی زبانوں کو بند کر دے پس اِس وقت زمین کے ہر اُس بسنے والے پر جو خدا کو جانتا اور خدا کے رشتہ کو اپنے دل میں رکھتا تھا، فرض ہو گیا تھا کہ اس انسانی جبر کو توڑے اور خدا کی وفاداری کے لئے انسانی اطاعت سے سرکش ہو جائے۔

اِس وقت برسوں کے کاموں اور صدیوں کے ارادوں کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف ایک ہی مقدّس لمحہ کی جس کے اندر صدائے حق کی ایک نڈر آواز بلند ہو جائے۔ اس ایک آواز کا بلند کر دینا

عمرو :۔ خودکشی کرنا چاہتے ہو؟

شیخ :۔ نہیں۔ الحمدللہ میں صحیح العقل ہوں، اپنے ہوش وحواس میں ہوں اور علم ومعرفت رکھتا ہوں۔

عمرو :۔ کسی نے تم پر ظلم کیا ہے۔ تم مظلوم ہو؟

شیخ :۔ نہیں۔

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اُسے پوری نگرانی و حفاظت کے ساتھ میرے مکان پر پہنچا دو۔ سپاہیوں کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا، دو آدمیوں نے اُن کے دونوں ہاتھ اپنے اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور پولیس کمشنر کے مکان میں داخل ہوئے

عمرو بن مسعدہ (پولیس کمشنر) ان سے پہلے ہی مکان پہنچ گیا تھا، اور صحن میں ایک آہنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ایک نہایت ہی مکلف اور مطلّا افسر پولیس کی وردی اس کے جسم پر تھی[1] شیخ کو اپنے سامنے کھڑا کر کے

---

[1] ۔ شیخ عبدالعزیز نے اپنے رسالے میں یہاں "شوار" کا لفظ لکھا ہے۔ شوار سے مقصود وہ خاص لباس ہے جو اس زمانے کے افسر فوج و پولیس کی سرکاری وردی ہوتی تھی۔

ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے۔ بہت سے لوگ بھاگے کہ اب کوئی بڑی ہی مصیبت آنے والی ہے۔ لیکن شیخ عبدالعزیز بے خوف و ہراس اپنی جگہ پر کھڑے تھے، اور ان کا لڑکا سامنے کے ستون سے ٹیک لگائے دوبارہ منتظر سوال تھا۔

اتنے میں کوتوالِ شہر سپاہیوں کی ایک جماعت لے کر مسجد میں پہنچ گیا، اور شیخ عبدالعزیز اور اُن کے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے صیغہ کے رئیس اعلیٰ کے دفتر میں لے گیا، جس کو آج کل کی اصطلاح میں پولیس کمشنر کہنا چاہیئے۔ اس وقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا۔ دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی:۔

**عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر**:۔ "کیا تم پاگل ہو؟"

**شیخ عبدالعزیز**:۔ "نہیں۔"

**عمرو**:۔ کسی نے تمھیں بہکایا ہے۔؟

**شیخ**:۔ نہیں۔

سے مناظرہ کردں۔

عمرو :۔ سبحان اللہ! اس کی بھی آپ کو جرأت ہے ؟

شیخ :۔ تم کو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں ۔ تم امیرالمومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہوگے، مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا ہوں۔

عمرو :۔ اچھا یہی سہی، پھر کیا تم تیار ہو کہ امیرالمومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کردا اور علماء سے مناظرہ کرو۔

شیخ :۔ الحمدللہ اللہ کی مدد سے بالکل تیار ہوں۔ تو صرف یہی ایک چیز ہے جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا، اور میں نے دیدہ ودانستہ ایک ایسے شدید خطرے میں اپنے آپ کو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو ڈال دیا۔ خدا کی مقدّس کتاب کی عزّت برباد ہو رہی ہے اور اس کی نسبت اس بات کا اقرار لیا جا رہا ہے جس کا اقرار خدا اور اُس کے رسولؐ نے نہیں لیا۔ مسلمانوں کی زبانوں کو

اُس نے مزید تحقیق شروع کی۔

عمرو :۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

شیخ :۔ مکہ معظمہ کا۔

عمرو :۔ آج مسجد میں تم نے جو کچھ کیا اس سے تمہارا مقصد کیا تھا؟

شیخ :۔ طلب القربۃ الی اللہ ورجاء الزلفیٰ لدیہ! (اللہ کے قرب کی طلب اور اس کی رضا کی اُمید!)

عمرو :۔ نہیں تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو، اور چونکہ تم اس کے نتائج سے ناواقف ہو اس لئے حماقت سے یہ سمجھتے ہو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق ہو جائے گی، اور لوگوں سے مال و دولت لوٹ سکوں گا۔

شیخ :۔ اگر اعلانِ حق کے سوا اور کوئی خیال میرے سامنے تھا تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں اور اُن کی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت مدعیان "خلقِ قرآن"

عمرو :۔ تمہارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھی شبہ ہے، جبکہ تم امیرالمومنین کے حکم کی علانیہ مسجد میں توہین کر چکے ہو۔

شیخ :۔ حکم صرف خدا اور اُس کے قرآن کا ہے۔

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا، اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کی طرف جاتا ہوں، تم شیخ اور اُس کے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لے کر پیچھے پیچھے آؤ۔

شہر کی تمام خلقت ان عجیب و غریب باپ بیٹوں کو حیرت اور افسوس کی نظروں سے دیکھ رہی تھی، جنھوں نے موت کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا اور اب اس کے منھ میں بے خوف و خطر جا رہے تھے۔

راہ میں انھوں نے لوگوں کی آوازیں سُنیں جو کہہ رہے تھے:

"دارالخلافہ میں باہر کے مسافر زندگی اور راحت کے لئے آتے ہیں لیکن انھوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا۔"

خدانے کھولا ہے، مگر تم بند کر رہے ہو، اور بغیر کسی جرم و قصور کے بندگانِ خدا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس میں علم رکھتا ہوں۔ مجھے شریعت کی معرفت خدا نے عطا فرمائی ہے۔ میرا فرض ہے کہ اس فتنہ کے انسداد کی کوشش کروں نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

**عمرو:۔** اچھی بات ہے۔ تم امیرالمومنین کے دربار تک پہنچا دیئے جاؤگے، لیکن اگر وہاں پہنچ کر تم نے اپنا کوئی اور مقصد ظاہر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اِس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟ (اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کے لئے دربار میں جانا اس وقت ایک ایسی عجیب بات تھی کہ کسی طرح عمرو ہ بن مسعدہ کو اس کا یقین نہیں آتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور ذاتی مقصد ہے دربار تک پہنچنے کے لئے اِس مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ہے۔)

**شیخ:۔** اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمہارے لئے حلال ہے۔

کرو تو تمہیں رہا کر دیا جائے ۔"

شیخ نے کہا میں مسافر ہوں کسی شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اس کی ضمانت پیش کر سکوں، علی الخصوص ایسی حالت میں کہ ایک شاہی مجرم ہوں میرے لئے کسے پڑی ہے کہ اپنی جان مصیبت میں ڈالے گا؟"

عمر نے کہا ۔"خیر ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں۔ جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال کو حق سمجھ کر اُس کے لئے ایسی پُرخطر جرأت کر رہے ہو، یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو۔ اگر اب بھی تم اس جنون سے باز آ جاؤ تو تمھاری مسافرت پر رحم کر کے اُمید ہے کہ امیر المومنین تمھاری کل کی جرأت کو معاف کر دیں۔"

جرأت حق کی پہلی برکت اور خدا کی نصرت کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہی جو اس لئے تھا کہ شیخ کو سزا دے، خود بخود اس پہ اعتماد کرتا ہے اور بغیر کسی کی ضمانت لئے رہا کر دیتا ہے۔ اِنْ تَنْصُرُوْا

کیا واقعی اِن دونوں نے موت کے لئے اپنے وطنِ عزیز کو چھوڑا تھا۔؟

ہاں، مگر اس موت کے لئے جو تمام اُمّتِ مرحومہ کو استبداد کی موت سے نجات دلاکر حرّیتِ حقہ کی زندگی بخشنے والی تھی! بَل اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

قصرِ شاہی بغداد کے شرقی حصہ میں تھا۔ یہ مجمع دجلہ کو عبور کر کے ایوانِ خلافت تک پہنچا اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کی حفاظت میں چھوڑ کر خود اندر گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا:۔

"میں نے تمھارا حال امیر المومنین کی خدمت میں عرض کر دیا کہ تم مسئلہ "خلقِ قرآن کی نسبت اُن علمائے دارالخلافہ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو جو "خلق" کے قائل ہیں۔ امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا۔ پیر کے دن مجلسِ مناظرہ منعقد ہوگی، امیر المومنین خود بہ نفسِ نفیس شریک مجلس ہوں گے، اگر پیر تک کے لئے کسی شخص کو اپنی ضمانت میں پیش

شجاعت کا جوہر موجود ہے"

لیکن شیخ عبدالعزیز کے لئے یہ تمام باتیں بے سود تھیں اُنھوں نے کہا۔" حق مظلوم ہو گیا ہے۔ میں اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہوں مجھے اپنی زندگی کی پروا نہیں تو مال وجاگیر کا ذکر کیا کرتے ہو؟"

بروایں دام بر مرغِ دگر نہ

کہ عنقا را بلندست آشیانہ

عمر و جوشِ تاسف سے کھڑا ہو گیا اور کہا" افسوس تمھاری غربت پر اور صد افسوس تمھارے بچے کی یتیمی اور تمھاری بیوی کی بیوگی پر! میں تمھیں ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں دیوانہ ہو رہے ہو!"

شیخ کی روحِ حق سے صدائے یقین اُٹھی" اللہ کی وہ نصرت واعانت جو صرف حق اور خدمت گذارانِ حق کے لئے ہے، مجھے کبھی نہیں بھلا سکتی۔ اور اگر میرے لئے اللہ نے اپنی راہ میں موت ہی

اللہ ینصرکم (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کرو گے تو خدا بھی تمہاری مدد کرے گا۔)

## مناظرہ کے دن

مامون الرشید نے تمام علمائے دارالخلافہ کو پیر کے دن دربار شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔ شیخ عبدالعزیز پیر کے دن قصر شاہی میں حاضر ہوئے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا۔ وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا، عمرو نے دیکھتے ہی کہا:

"امید ہے کہ اب تمہیں عقل آگئی ہوگی، اور تم اس جنون سے باز آگئے ہوگے۔ جس کا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تم امیرالمومنین کے حکم وعقیدے کی اس سختی سے مخالفت کرنا چاہتے ہو۔ اس کا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھ نہ دیکھو گے۔ اب بھی اس حماقت سے باز آجاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ معافی دلا دوں گا۔ نیز شاہی انعام واکرام اور جاگیر وریاست سے تم مالا مال کردیئے جاؤ گے کیونکہ تمہارے اندر

| | |
|---|---|
| یاعمرو! معونۃ اللہ اعظم | کہا:۔ اے عمرو! اللہ کی اعانت اس سے زیادہ |
| والطف من ان ینسانی | بڑی اور مہربانی رکھنے والی ہے کہ مجھے بھلا دے۔ |
| ومن یتوکل علی اللہ | اور جس نے اللہ پر بھروسہ کیا، اُس کو خدا بس کرتا ہے! |
| فہو حسبہ! | |

کے لئے حریص ہو اور اس کے لئے اپنی پوری قوت سعی صرف کر رہے ہو۔ میں نے

# مناظرہ کا اہتمام اور ہیبت و اجلال دربار

مامون الرشید نے مناظرہ کی تیاری کے لئے غیر معمولی احکام جاری کردیئے تھے، اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ ایک عجیب و غریب مناظرہ تھا اس لئے تمام امراء و رؤسا، علماء و فقہاء، ارکان و وزراء، افسران فوجی و ملکی اپنے تمام ساز و سامان جاہ و جلال کے ساتھ اس میں شریک ہونے کے لئے نکلے، عبدالعزیز کنانی نے ڈیوڑھی میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انسانی جاہ و جلال اور سطوت ہیبت کے بڑے بڑے

لکھ دی ہے تو یہ شہادت ہے پھر شہادت سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے جس کا ایک مومن کو عشق ہو؟"

عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ہے، تو صحبت ختم کر دی اور مامون الرشید کو اُس کے آنے اور آمادۂ مناظرہ ہونے کی اطلاع دی پھر شیخ کو ایک ایسی جگہ بٹھا دیا جہاں سے وہ تمام آنے والے لوگوں کو دیکھ سکے۔ اور کہا کہ اجتماع کی تکمیل کے بعد تم حضرت شاہی میں طلب کئے جاؤ گے۔

شیخ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میری ہلاکت کا اس درجہ یقین تھا کہ باوجود میری طرف سے مایوس ہونے کے ضبط نہ کر سکا اور آخر میں پھر نصیحت کی :-

قد حزمت علی خلاصك — میں نے تمہاری نجات وسلامتی کے لئے

جهدی وانت حریص علی — وہاں تک کوشش کی جہاں تک میرے امکان

سفك دمك جهدك اقلت — میں تھا، مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے

کیا ڈرا سکتی ہیں ؟"

مبین حقیر گدایانِ عشق را کیں قوم
شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند

شیخ عبدالعزیز نے دیکھا کہ سب سے پہلے امرائے بنو ہاشم کا گروہ نمودار ہوا۔ جن کے سیاہ عماموں کے طلائی شملے ہوا میں اُڑ رہے تھے، اور آفتاب کی روشنی میں اُن کا سنہری رنگ اس طرح درخشندہ تھا کہ نگاہیں زیادہ دیر تک نظّارہ کی تاب نہیں لا سکتی تھیں۔ ان کی عبائیں بھی سیاہ تھیں جن کو خلفائے عباسیہ نے اپنا قومی لباس قرار دیا تھا، اور عباؤں کی سیاہی کے اندر سنہری ساز و براق اور طلائی قبضۂ دمیان شمشیر کی متحرک چمک اس طرح نظر آتی تھی گویا ابرآلود آسمان پر بجلیوں کی مضطرب لہریں کوند رہی ہیں۔

اس کے بعد علماء و فضلائے دارالخلافہ کا مقدس جلوس تھا جن کے لباس اور ساز و سامان سواری میں اگرچہ سونے چاندی کے تکلفات

مناظر یکے بعد دیگرے اُن کے سامنے سے گذر رہے ہیں :

وہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :-

عمرو بن مسعدہ نے مجھے ایسی جگہ بٹھایا، جہاں سے میں تمام آنے والوں کو اچھی طرح دیکھ سکوں۔ بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ خاص امیرالمومنین کے حکم سے ایسا کیا گیا تھا ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ دربار میں جانے سے پہلے ہی دربار کے جاہ وجلال کی ہیبت مجھ پر طاری ہوجائے، اور میں دیکھ لوں کہ کیسی پرہیبت وسطوت مجمع کے سامنے مجھے جانا پڑے گا، اور آزادی وبے باکی کی زبان کھولنی پڑے گی ۔ لیکن افسوس کہ وہ انسانی جاہ وجلال کے جلوے دکھلا کر ایک ایسے شخص کی آنکھوں میں ڈر اور ہیبت پیدا کرنا چاہتے تھے، جس کی نگاہوں کے سامنے ربّ السمٰوات والارض کا لازوال جاہ وجلال موجود تھا، اور جو نگاہ خدا کی عظمت و قدوسیت کے جلووں میں محو ہوچکی ہو، اُس کو انسانوں اور انسانوں کے قیمتی کپڑوں اور آہنی تلواروں کی قطاریں

نظارہ تھا۔ ان کے عمامے بھی سیاہ تھے۔ مگر طلائی شملوں کی جگہ عماموں کے بالائی پیچ پر ایک مطلا حاشیہ تھا اور اس احتیاط سے لپیٹا گیا تھا کہ عمامے کا نصف زیریں قطرطراز شعاعین کا ایک سنہری دائرہ بن گیا تھا ان کے گھوڑوں کے ساز و یراق بھی مطلا تھے اور سنہری وردیوں سے ملبوس غلاموں کا شاندار حلقہ ہر سوار کے گرد و پیش جلوہ فروش عظمت وجلال تھا!

اعیانِ حکومت کے بعد افسرانِ فوجی کی سب سے زیادہ مؤثر اور ہولناک ہیبت تھی جو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ محل شاہی کی طرف آرہے تھے، اور ان کی برہنہ تلواریں، رو بآسمان نیزے، طرح طرح کے اسلحہ جنگ، ایک آہنی سمندر کی طرح متلاطم نظر آتے تھے۔

شیخ عبدالعزیز اس فوجی نظارۂ دہشت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

نہ تھے اور ہر چیز سے سادگی اور بے تکلفی نمایاں تھی، تاہم ان کا عظیم الشان گروہ، غلاموں کے حلقے، خدام کا جاہ و حشم، مذہبی زندگی کا مقدس جاہ و جلال، اور پُر ہیبت و وقار چہرے بجائے خود ایک ایسی ہیبت رکھتے تھے جو مصنوعی تکلفات اور آرائش کے ساز و سامان سے بے نیاز تھی، اس جلوس میں سب سے پہلے بشر مریسی کی سواری تھی جو اس وقت فرقہ معتزلہ کا سب سے زیادہ نامور رئیس تھا۔ اس کے بعد دارالخلافہ کا قاضی القضاۃ اپنے جاہ و حشم ریاست کے ساتھ جلوہ آرا تھا۔ پھر تمام قضاۃ و اربابِ افتار کی جماعت تھی، ان کے بعد متکلمین و فقہا اور اربابِ درس و علوم کا سلسلہ۔ لیکن اِن سب میں زیادہ نمایاں حصہ فرقۂ معتزلہ کے علماء کا تھا اور جو علماءِ معتزلہ میں سے نہ تھے وہ بھی اَقلاً مسئلہ "خلق قرآن" میں سرکاری حکم کے آگے سر اطاعت جُھکا چکے تھے۔

اِس نظارۂ تقدس کے بعد وزراء و ارکانِ سلطنت کا پُر عظمت

اس غریب الوطن کی مقاومت میری مطیع رعایا کے دل سے میری ہیبت نہ نکال دے؟

پھر اور زیادہ غور کرو، اور دیکھو کہ یہ عبدالعزیز کون تھا؟ دُنیا کی پادشاہت اس کے پاس کتنی تھی؟ خزانہ و فوج میں سے کیا رکھتا تھا؟ کتنے غلام اس کی رکاب کو تھامتے تھے؟ کتنے محل اس نے اپنی آسائش کے لئے تعمیر کئے تھے؟

آہ! دنیا کے اِن تمام سامانوں اور دنیوی جاہ وجلال کی اُن تمام نمائشوں میں سے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ایک تنہا مسافر جس کو بغداد میں آئے ہوئے چوتھا دن تھا، ایک غریب الوطن فقیر جس کا شہر بھر میں ایک بھی ساتھی اور حمایتی نہ تھا، ایک اجنبی محض جس کے جسم پر مسکینی کے لباس اور غربت کی فقر نمائی کے سوا اور کچھ نہ تھا، با ایں ہمہ اس کے پاس ایک ایسی طاقت تھی، جس کی فرماں روائی وملوکی کے آگے مامون الرشید کی پوری سلطنت بھی

| | |
|---|---|
| وركب القوم بالسلاح | اور مسلح فوج کی اس لئے نمائش کی گئی تاکہ میرے |
| واحداث الهيبة | دل پر وحشت وہیبت طاری ہو جائے۔ نیز اس خیال |
| في نفسي وسائر النّاس | سے بھی کہ میں نے حکم سلطانی کو ٹھکرا کر اگر عام رعایا کے |
| الذين يوشك ان | اندر کوئی مفسدانہ جوش پیدا کر دیا ہو، تو وہ بھی اس |
| نفسهم | فوجی نمائش سے مرعوب ہو کر دب جائے۔ |

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ ساز وسامان صرف شیخ کو ڈرانے ہی کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ عام رعایا کے اندر مخالفانہ جوش پیدا ہو جانے کا بھی اُسے اندیشہ تھا۔ اس سے اندازہ کرو کہ ایک مسافر غریب الوطن اجنبی کی صرف ایک ہی صدائے حق نے مامون الرشید اعظم کی اُس حکومت کو جو قیصر قسطنطنیہ کو "روم کا کتا" کہہ کر خطاب کرتی تھی۔ اور کتے کی طرح عاجزی کی زمین لوٹا دینے کی طاقت بھی رکھتی تھی، کس طرح لرزا دیا تھا؟ اور کس طرح وہ گھبرا کر اپنی فوجوں اور ان کی برہنہ تلواروں کی نمائش کر رہا ہے کہ کہیں

| | |
|---|---|
| منہ ویدخلھم جنت تجری | نصرۃ وفتحمندی سے ان کی مدد کی۔ پس اب خوف |
| من تحتھا الانھار خلدین | وہراس اور ناکامی ونامرادی ان کے لئے نہ رہی، |
| فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا | وہ ان کو بہشتوں کی بہشتی زندگی میں داخل کرے |
| عنہ، اولئک حزب اللہ | گا، وہاں باغ وچمن کا دائمی عیش ہے اور نہروں کی روانی |
| الا ان حزب اللہ ھم | کا نظارۂ راحت۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے |
| المفلحون۔ | راضی ہوئے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے اور یقین کرو کہ اللہ |
| (۵۸ ـ ۳۰) | کی جماعت ہی فلاح اور مراد پانے والی ہے۔ |

پس شیخ عبدالعزیز کے وجود وعزت وفلاکت کے اندر جو ہیبت وجلال پیدا ہو گیا تھا، اور جس نے مامون اعظم کو اپنی فوجوں کے نکالنے اور تلواروں کے چمکانے پر مجبور کر دیا تھا، وہ شیخ عبدالعزیز کی ہیبت نہ تھی، جس کو تلوار کی ایک حرکت دو ٹکڑے کر دے سکتی تھی، وہ خدائے عبدالعزیز کی ہیبت تھی، وہ حق پرستی اور ایمان باللہ کی قہاریت تھی۔ وہ جرأت ایمانی اور سطوت روحانی کا ناممکن التسخیر اجلال

ہیچ تھی، اور جس کے جاہ وجلال کے آگے اس کی وہ سطوت وابہت بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی جس سے قیصر روم ڈرتا اور شاہ فرانس لرزتا تھا۔ یہ طاقت نہ تو تختِ شاہی کے اوپر پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ شہنشاہی کے عظیم الشان قصروں اور محلوں میں، اس کا گھر انسان کا ٹوٹا دل ہے، اور اس کا محل ایمان باللہ کی زخمی روح ہے۔ بادشاہ کا تخت جسم پر حکم کر سکتا ہے اور لوہے کی تلوار گردن کی رگوں کو کاٹ سکتی ہے، پر نہ تو اس طاقت آلہی کے آشیانے کو اُجاڑ سکتی ہے اور نہ اس کی اقلیم سلطنت پر اس کی فرماں روائی چل سکتی ہے وہاں صرف خدا ہے، اس کا ایمان ہے۔ اس کے کلمۂ حق کی خسروی ہے، اس کی صداقت و راستی کی ملوکی ہے، اور حق و معرفت کے ایک ہی فرمان اعظم کا حکم ہے!

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح — یہی وہ راست باز انسان ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا، اور اپنی روح

شیخ نے لکھی ہیں اور ان سے زیادہ خطیب بغدادی وغیرہ مؤرخین عہد

عباسیہ کی روایتوں سے واضح ہوتی ہیں۔ لیکن سرگذشت کا یہ تمام

حصّہ دولتِ عباسیہ کے جاہ وجلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا

ہے۔ مگر ہم اس وقت مضطرب ہیں کہ مجلسِ مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں

اور انسانی حکومتوں کے جاہ وجلال کی جگہ ایک داعی حق کے جاہ وجلال

خداوندی کا جلوہ دیکھیں۔

## صاحب الستر

یہاں تک کہ "صاحب الستر" یعنی رئیس حجاب کا ایوانِ خاص

آگیا۔ عہد عباسیہ میں "صاحب الستر" کا عہدہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا آج

کل یورپ میں (Lard chambar Lain) یا ٹرکی میں "وزیر

تشریفات" کا ہے۔ یعنی شاہی ملاقات وحضور کا متوسط ووسیلہ۔ اس کو "حاجب"

بھی کہتے تھے اور یہ قصرِ شاہی کا وہ آخری برزخ ہوتا تھا۔ جس کے بعد

تھا۔ کما قال فی المثنوی۔

ہیبتِ حق ست ایں از خلق نیست

ہیبتِ ایں مرد صاحب دلق نیست

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؕ

# داخلہ

جب تمام ارکان و شرکائے مجلس مناظرہ آچکے تو شیخ عبدالعزیز کی بھی طلبی ہوئی ایک کے بعد ایک متعدد دہلیزیں تھیں جن سے شیخ کو گذرنا پڑا۔ سلطانی دہلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوان ہائے خلافت کا ایک سلسلہ شروع ہوا، جن میں سے ہر ایوان ایک پوری شہنشاہی کے ساز و سامان شوکت و ابھت سے معمور تھا، اور ہر ایوان کے خاتمہ پر اس کا پہلا رہنما رخصت ہو جاتا اور نیا ہاتھ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے مرحلے آئے جن کی تمام جزئیات

شیخ نے نماز پڑھی، اور جب نماز پڑھی تو یہ کہنا غیر ضروری ہے
کہ کس عالم میں پڑھی، اور اپنے اُس خداوند قدوس کے حضور میں کیونکر
کھڑے رہے جس کے کلمۂ حق کے لئے عنقریب ایک انسانی شہنشاہی کے
حضور میں جانے والے تھے۔

بجرم عشق توام میکشند، غوغا ئیست
تو نیز بر سرِ بام آکہ خوش تماشائیست

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ

## ایوانِ دربار

اب پردہ اُٹھا اور شیخ نے یکایک دیکھا کہ کرۂ ارضی کے موجودہ
عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) اس کے سامنے ہے۔
یہ نگاہوں کو خیرہ کردینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا،
جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا، اور ایک غریب الوطن اجنبی

خلیفہ کے حضور میں کوئی شخص پہنچ سکتا تھا۔ اسلام نے جب خلیفۂ وقت کے

لئے کوئی محل ہی نہ بنایا تو اُس کے دروازے کے لئے دربان کہاں سے

آتا؟ اس لئے خلفائے راشدین کا تمام عہد اس عہدہ سے خالی رہا۔

سب سے پہلے امیر معاویہ نے دہلیز شاہی کی بنیا ڈالی، اور شاہانِ عجم

کی روائتیں سُن کر حاجب کا عہدہ اس کے لئے قرار دیا[1]

حاجب صحن دربار تک لے گیا۔ صحن کے دونوں جانب کمروں کا ایک

سلسلہ تھا جس میں مخصوص وزراء وندماء اذنِ حضور تک ٹھہرتے اور انتظار

کرتے تھے۔ یہاں پہنچ کر شیخ سے حاجب نے پوچھا۔

"آپ کو وضو کے تجدید کی خواہش ہے؟"

شیخ نے کہا۔ "نہیں۔"

حاجب نے کہا۔ "تو قبل اس کے کہ آپ امیر المومنین کے حضور میں پہنچیں

دو رکعت نماز نفل پڑھ لیجئے۔"

---

[1] الاستیعاب میں حافظ عبدالبر نے اس کی تصریح کی ہے۔ نیز تمام مورخین اسلام کا اِس پر اتفاق ہے۔

گردن زدنی جرم کیا ہے۔' اس لئے انھوں نے چاہا کہ مامون کے حضور میں جس قدر سختی اور بے احترامی اس کے ساتھ کر سکتے ہیں کریں' اور اسے محترم لوگوں کی طرح دربار میں نہ لائیں چنانچہ اس موقع کے متعلق شیخ عبدالعزیز اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| فازاح الستر واخذ | "پردہ ہٹا اور خدام بارگاہ نے میرے ہاتھوں اور بازوؤں |
| الرجال بیدی وعضدی | کو پکڑ لیا' وہ اس طرح مجھ پر ٹوٹ پڑے کہ ان کا ایک |
| وجعل اقوام ایدیھم | ہاتھ میرے سینے پر تھا اور ایک کاندھے پر انھوں نے اس |
| فی ظھری وعلی رقبتی | طرح سختی اور بے حرمتی کے ساتھ چاہا کہ مجھے اندر لیجائیں |
| وطفقوا یعدون بی' | مگر اُسی وقت مامون الرشید کی نگاہیں مجھ پر پڑیں اور میں |
| فنظر الی المامون وانا | نے اُس کی آواز سُنی کہ وہ کہہ رہا ہے "اُسے چھوڑ دو" |
| اسمع صوتہ "خلوا | مامون کے کہنے کے ساتھ ہی لوگوں نے بھی اس کی |
| عنہ" وکثر الضجیج من | تعمیل میں "چھوڑ دو' چھوڑ دو" غل مچایا اور |
| الحجاب والقواد بمثل | بے شمار آوازیں ایک ساتھ بلند ہوگئیں۔ حکم شاہی |

کے لئے بہت مشکل تھا کہ پہلی نظر میں اِس نظارے سے متأثر نہ ہو[1]

تمام خدام و متعلقینِ دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاہی مجرم ہے اور اس نے موجودہ عہدِ حکومت کا سبب سے بڑا

---

[1] مامون الرشید تخت پر نہیں تھا، کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھی اور ہارون الرشید سے لے کر مقتدر باللہ تک خلفائے عباسیہ کا یہی قاعدہ رہا کہ علمی مجالس میں ہمیشہ مثل اور شرکاء مجلس کے فرش ہی پر بیٹھتے تھے۔ البتہ صدر ایوان میں ان کی جگہ اور مفرق بطلاقالین مخصوص تھا ڈاکٹر جی۔ سلیمان (G.SALMON) نے ابوبکر خطیب بغدادی کی تاریخ مدینۃ السلام کا جو ٹکڑا ایڈٹ کر کے چھاپا ہے۔ اُس میں ایک میں ایک خاص عنوان خلفائے عباسیہ کی مجلسِ علمیہ کے متعلق بھی ہے۔ اس میں تشریح کر دی ہے کہ ہارون اور مامون جب کبھی کسی مجلسِ مناظرہ و محادثہ علمیہ میں یا بیت الحکمۃ میں آتے تھے تو عام علماء و حکماء کی طرح خود بھی فرش پر بیٹھتے تھے، اور مامون کا تو یہ حال تھا کہ بسا اوقات اپنے معتمد علماء کو صدر میں اپنی جگہ دے دیتا تھا۔

جلووں نے قیصر روم کے ایلچی کو اپنے عہد تنزل میں بھی مبہوت و لایعقل کر دیا تھا، وہ باوقل نگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھ سکے [1]

---

[1] المقتدر باللہ عباسی کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کے لئے ایک سفیر بھیجا تھا، جس سے خلیفہ موصوف نے "قصر حسنی" میں ملاقات کی تھی۔ اِس ملاقات کی تفصیلی حالت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سفیر دہلیز میں قدم رکھتے ہی بالکل مبہوت ہوگیا۔ ساز و سامان سلطنت دیکھ کر اس کے ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ اس نے حجاب سے کہا کہ کچھ دیر کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے تاکہ اپنے ہوش و حواس میں آجاؤں۔

اللہ اللہ انقلاب زمانہ کی نیرنگیاں! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر ہمارے دربار میں آتا تھا اور ہماری عظمتوں کو دیکھ کر بیہوش ہو جاتا تھا۔ آج خود ہم غیروں کے ساز و سامان کو دیکھ کر شدتِ مرعوبیت سے بے عقل و حواس ہو گئے ہیں، اور ان کو طاقت کا ایک دیوتا سمجھ کر اللہ کی طرح پوج رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ہیبت دہر اس کے سوا کبھی خود دارانہ احساس کا ایک لمحہ بھی ہمیں میّسر نہیں آتا۔!

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہوگئے خاک انتہا ہے یہ

آگ کے شعلے بجھ جاتے ہیں لیکن راکھ کے ڈھیر میں چنگاریاں دبی دبائی باقی رہتی ہیں اور ہوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اُٹھتی ہیں۔ پھر کیا اس چولہے کی چنگاریاں کبھی بھی نہ بھڑکیں گی؟ کیا طوفانِ حوادث و تغیرات کا کوئی جھونکا ان پر سے نہیں گذرے گا۔

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وھو الولی الحمید!

ذالك، فخلوا عنی و
قد كاد يتغير عقلي من
شدة الجزع وعظيم ما
رايت في ذالك الصحن
من السلاح، وهو مدع
الصحن وكنت قليل
الخبرة بدار امير المؤمنين
ما رايتها قبل ذالك ولا
دخلتها

پاتے ہی خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا۔ لیکن دربارِ
شاہی کے اچانک نظارے، خدّام و حجاب کی اس
دارو گیر، اہلیانِ دربار کی صداؤں کے ہنگامہ
و برہنہ تلواروں اور اسلحہ جنگ سے بھرے
ہوئے صحن کی ہولناکی نے میرے ہوش و حواس
پر نہایت اثر ڈالا، اور قریب ہوا کہ شدّتِ ہراس
اور ہیبت نظارہ سے میری عقل متغیر ہو جائے
اور میرا حال یہ تھا کہ نہ تو کبھی اس سے پہلے میں نے
محل شاہی کو دیکھا تھا، نہ کبھی اس میں قدم رکھا
تھا۔ میری معلومات بھی امیرالمومنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑی تھیں۔"

علمائے حق کے اِس صدق بیان اور راستی فطرت کو دیکھ کر شیخ
عبدالعزیز کس طرح صاف خود اپنے قلم سے اپنی کمزوری کی سرگذشت لکھ
رہے ہیں جو اس موقع میں ان سے ظاہر ہوئی، اور اس دربار میں پہنچ کر جس کے

ہیں اور مامون الرشید میں صرف اتنا فاصلہ رہ گیا کہ دو آدمی درمیان میں بیٹھ سکتے تھے۔ شیخ اپنی جگہ ... پا کر بیٹھ گئے مگر اب تک ان کے دل میں ہیبت و رعب کے اثرات باقی تھے۔

## صاعقۂ حق کی پہلی گرج

شیخ جونہی اپنی جگہ بیٹھے، ایک طرف سے صدا آئی۔

"اس کے لئے تو صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ قبح اللہ وجہک (عربی میں تذلیل و تحقیر کی ایک گالی ہے) خدا کی قسم میں نے اپنی پوری عمر میں کسی شخص کو اس قدر بدصورت نہیں دیکھا۔"

شیخ لکھتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو سنا، لیکن اب تک میرے دل میں ہیبت و ہراس کا تھوڑا بہت اثر باقی تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ حتیٰ کہ کہنے والے کی طرف میں نے نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔

اس کے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجہ ہوا، اور شیخ

بہر حال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملی، اور دربار کے

دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مامون الرشید کی

آواز برابر میرے کانوں میں آ رہی تھی :۔

"ادخلوہ وقربوہ" اس کو اندر لاؤ اور مجھ سے قریب کرو! چنانچہ

وہ بلا تامل آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اِس عہد کی زمین

کے سب سے بڑے پادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا، اور بغیر کسی

عجز و انکساء کے بآواز بلند کہا۔ "السلام علیک یا امیرالمومنین

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" مامون نے جواب دیا۔ وعلیک السلام و

رحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور ساتھ ہی ایک لمحہ تک سر سے لے کر

پیر تک اُن کو دیکھتا رہا۔ اُس کے بعد کہا۔ "اور آگے آؤ"۔ شیخ

آگے بڑھے، پھر کہا۔ "آگے آؤ" شیخ اور آگے بڑھے، تیسری مرتبہ

پھر اسی حکم کو دُہرایا۔ شیخ بالکل قریب چلے گئے۔ صاحب الستر بھی ساتھ

تھا اور بتدریج ان کو آگے بڑھاتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان

کا فرض ادا کرنے کے لئے بالکل مستعد ہو گیا۔"

مامون کے جملے ابھی پورے ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کی طرح ایوانِ دربار میں گونج اُٹھی تمام اہلِ دربار اس مبارزت اور بیباکی پر ٹوکتے رہے، مگر اس نے کسی کی پرواہ نہ کی اور جس طرح ایک معمولی اور حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا ہے کڑکتی ہوئی آواز میں تقریر شروع کی۔

"یا امیر المومنین! میں ایک فقیر الحال طالبِ علم ہوں۔ اپنے وطن اور خانۂ خدا کے مقدس جوار میں تھا کہ میں نے خلیفۂ وقت کے مظالم و جبر کی دردانگیز سرگذشت سُنی۔ مجھے معلوم ہوا کہ حق مظلوم ہو گیا ہے، سنت کی روشنی بُجھ گئی ہے، بدعت کی آندھیاں زور و شور سے چل رہی ہیں۔ حق کا کہنا جرم ہو گیا ہے، اور باطل پرستی کے صلہ میں جاہ و عزت کی بخشش ہو رہی ہے۔ جس چیز کا اقرار خدائے تعالےٰ نے امتِ مرحومہ سے نہیں کرایا، جس کی گواہی اُس کے رسولوں نے

کا نام، خاندان ابویت، جدیت، قبیلہ، وطن، محلہ، مکّہ معظمہ کے بنو ہاشم کے حالات، اور اس قسم کی بہت سی باتیں دریافت کیں۔ جن کو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد کہا :۔

"تمہارا بغداد میں آنا اور جامع رصافہ میں کھڑے ہو کر میرے ایک حکم دینی و شرعی کو توڑنا، اور خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا اور پھر مناظرہ کی خواہش کرنا یہ تمام حالات میں نے سُنے ہیں۔ اور اسی لئے علمائے دارالخلافہ کو میں نے آج مدعو کیا ہے۔"

شیخؒ لکھتے ہیں کہ "مامون الرشید کا یہ جملہ کہنا کہ تم نے خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کیا، میرے لئے رحمتِ الٰہی ہو گیا۔ مجھ پر دربار کی ہیبت کا اثر اب تک باقی تھا، مگر مسئلہ "خلقِ قرآن" کی نسبت جب یہ قولِ باطل میں نے سُنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بھڑک اُٹھی، اور دعوتِ حق کی غیرت سے میں معمور ہو گیا ساری ہیبت و دہشت یک قلم کافور ہو گئی اور میں دو بدو جواب دینے اور امر بالمعروف

دوسری ہی روح حق تھی، جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتوں اور عظمتوں سے ارفع و اعلیٰ ہوکر صرف رب السمٰوات و الارض کی قدوسیت سے فیضیاب جلال و قہاریت تھی، اور مامون الرشید اگر تمام کرۂ ارضی کی بکھری ہوئی طاقتوں کو جمع کرکے اپنے ساتھ لے آتا، جب بھی اِس صدا کی گرج کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔

شیخ کے جوش و خروش، بے باکانہ طرزِ بیان، مساویانہ مقابلہ اور ہنگامہ ساز آواز کی ہولناکیوں نے اس تمام مجمع کو اس طرح دم بخود کردیا کہ (حسب تشریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا ہوش نہ تھا۔ حتیٰ کہ جب انھوں نے خود مامون الرشید اعظم کا اِس حقارت کے ساتھ ذکر کیا جب بھی نہ ان حجاب و خدام بارگاہ کی تلواروں کو حرکت ہوئی جو اسے دھکیلتے ہوئے دربار میں لارہے تھے۔ اور نہ ان امرا و روساء کی زبانیں ہلیں جنہوں نے اس کے کم رو چہرے کی حقارت کی تھی۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ!

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی:-

نہیں دی جس کا اعلان خلفائے راشدین نے نہیں کیا جن کی خلافت طریقِ نبوت پر تھی، اور جس کے لئے کسی ایک صاحب رسول اللہؐ کی زبان کو بھی حرکت نہیں ہوئی۔ اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان ہر مومن کے لئے شرط قرار دے رہا ہے، جو ہارون الرشید کے گھر میں پیدا ہوا اور وہ ہادی کا لڑکا تھا۔ اُس نے نہ تو تابعین کو پایا، نہ اصحاب رسول اللہؐ کو دیکھا، نہ عہد نبوت کی برکتوں میں اس کا کوئی حصہ ہے، تاہم وہ شریعتِ الٰہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہے۔ جس کو تابعین نے نہ جانا۔ اگرچہ دُنیا سے مومن گئے، صحابہؓ نے نہ جانا اگرچہ کفر کی چھینٹ بھی اُن پر نہ پڑی۔ رسول اللہؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے لئے کچھ نہ کہا۔ حالانکہ صاحب وحی رسالت تھے۔"

شیخ عبدالعزیز اب وہ عبدالعزیز نہ تھا جس کو عمرو بن مسعدہ نے کوتوالی میں اپنے سامنے کھڑا کیا تھا، اور جو دربارِ مامونی کے دروازہ میں قدم رکھتے ہی اس کی ہیبت و جلال سے لرز اُٹھا تھا۔ اب وہ ایک

آگے کھول دی ہے۔ اپنے جبر و جور کی تلوار میان سے کھینچی، اور انھیں
کافروں کی طرح قید خانہ میں قید کر دیا۔ رسول اللہؐ کی سُنت کے اتباع
کے لئے تیرے پاس سزا و عقوبت ہے، اور بدعت و ضلالت کے
لئے پیشوائی و سیادت کی عزّت! خدا کے رسولؐ نے ذمیوں کو امان
دی ہے۔ مگر تیری خلافت میں مسلمانوں کے لئے امان نہیں ہے
اے مامون! اللہ سے ڈر، اس کے عذاب کی پکڑ سے کانپ جس
میں بہت ڈھیل ہے، مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ وہ زمین کے
آئمہ و خلفاء کو تلوار بخشتا ہے تو ان سے چھین بھی لیتا ہے تم سے
پہلے دمشق کے آئمہ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا، مگر تمھارے
ہاتھوں اُن کا خون بھی مباح کیا گیا۔ نہ ہو کہ تمہارا خون بھی کسی کے
ہاتھوں مباح کیا جائے۔ تم ان کے تخت کے وارث ہوئے ہو، مگر اُن
کے جور و طغیان کی وراثت نہ لو۔"

"آہ تم ہوا کا وہ جھونکا ہو جس سے شریعت کی آگ تو نہ روشن ہو سکی مگر اُس نے سُنت کے چراغوں کو گُل کر دیا۔ تم سیلابِ خلافت کی وہ رو ہو، جو بدعات و محدثات کی خس وخاشاک کو تو نہ بہا سکے مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرا دیا۔ تم امارت و سیادت کی وہ تلوار ہو جو بطلان و ناحق کوشی کی فوجوں کو تو نہ قتل کر سکے پر اُس نے اربابِ حق کے سروں کو اپنی بُرّش و روانی کا تختۂ مشق بنایا۔ اب تک تمھارا دعویٰ رسول کی جانشینی کا رہا تھا۔ مگر اے مامون بن ہارون! تو اب رسولؐ کی جانشینی ہی کا نہیں بلکہ رسولؐ سے زیادہ حقِ رسالت کا مدعی ہو گیا ہے، رسولِ خدا نے اُمت سے اس کا اقرار کبھی نہیں کرایا کہ وہ کلام اللہ کو غیر مخلوق کہیں، مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ بطلان کے اِس کلمہ پر ایمان نہ لائے۔ تو نے صرف اس جرم پر کہ اربابِ حق نے صراطِ مستقیم سے انحراف نہ کیا جو خدا کے رسولؐ اور اُس کے تربیت یافتوں نے ان کے

عبدالعزیز بن یحییٰ الکنانی کر رہا ہے!

اور پھر دیکھو کہ ان چند لمحوں کے اندر کوئی چیز نہیں بدلی۔ وہی مامون ہے

وہی اس کا تاج و تخت ہے وہی اس کے امرا اور وزراء ہیں۔ وہی

فوجیں ہیں، وہی ان کی بے نیام تلواریں ہیں، وہی مجلسِ مناظرہ ہے

اور وہی عبدالعزیز کا جسم حقیر و وجودِ تنہا، لیکن صرف ایک چیز بدل

گئی، یعنی عبدالعزیز کا دل اور اس کی ایمان و حق پرستی کی روح آلہی

اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتھ ہی تمام کائنات جسم و طاقت

میں بھی انقلابِ عظیم ہو گیا۔ جو انسان قہر کے لئے تھے، خود مقہور ہو گئے

جو زبانیں حکم کے لئے تھیں خود محکوم ہو گئیں۔ جو ہاتھ عتاب کے لئے تھے

خود معتوب ہو گئے جو آنکھیں سحر و ساحری کے لئے تھیں، خود مسحور

ہو گئیں اور جو عظمتیں کسی سے سجدہ خواہ تھیں، اب خود ہی کسی عظمت

اعلیٰ و رفعتِ کبریٰ کے آگے سربسجود ہو گئیں! من لہ المولیٰ فلہ الکل!

شیخ نے تقریر جاری رکھی اور خلافتِ اسلامی اور اس کے فرائض

# شیخ عبدالعزیز کی بقیہ تقریر

جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا، شیخ کا جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا
سارے دربار پر ایک بیخودانہ ہیبت طاری تھی۔ فوجوں کی قطاریں جس
کے ڈرانے کے لئے نکالی گئی تھیں، امراء و رؤسا کا پرعظمت جلوس جس کی
زبان کو گونگا اور عقل کو معطل کر دینا چاہتا تھا، خدام و حجاب کی
برہنہ تلواریں جس کو سزا دینے اور ایک ادنیٰ اشارۂ شاہی پر قتل کر دینے
کے لئے چمک رہی تھیں، اور جو ایک فقیرالحال اجنبی اور بیکس مجرم
کی طرح بغداد کی کوتوالی میں کھڑا کیا گیا تھا، حق کی شہنشاہی کو دیکھو
کہ وہی شخص آج مامون اعظم کے دربار میں اس طرح بادشاہوں کی طرح
غضبناک ہو رہا اور شہنشاہوں کی طرح حکمرانی کر رہا ہے، گویا بغداد کے
تخت پر مامون کی جگہ اسی کو بٹھا دیا گیا ہے، اور ایوان دربار کے
اندر اور باہر جو کچھ ہے، وہ مامون الرشید اعظم کے لئے نہیں ہے، بلکہ

شیخ نے رسالہ میں اپنی پوری تقریر نقل کی ہے جو پورے چار صفحوں میں آئی ہے۔ رسالہ کی جو نقل اس وقت پیش نظر ہے۔ وہ فلسکیپ کاغذ کی تقطیع پر لکھا گیا ہے اور ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں۔ لیکن بخوف طوالت بقیہ تقریر کو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تقریر کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا۔

"اے امیر المومنین خدا تعالے نے ہم سے اپنے کلام کی نسبت صرف یہی اقرار چاہا ہے کہ وہ اللہ کا اُتارا ہوا کلام ہے۔ جس کو روح الامین نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا اور اُس کی زبان عربی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔ وانہ لتنزیل رب العلمین نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین۔ اُس نے کہیں بھی ہم سے اس کا اقرار نہیں کرایا ہے کہ تم قرآن کو مخلوق کہو۔ اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا۔ جب کبھی کوئی کافر مسلمان

کی طرف متوجہ ہوئے اور بکثرت قرآنِ حکیم کی آیات اور احادیث کی تصریحات بیان کر کے دکھلایا کہ مسلمانوں کے امیر کو کیسا ہونا چاہیئے اور خلفائے عباسیہ علی الخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے ہیں؟ پھر انہوں نے خلفائے راشدین اور عامۂ صحابہ کے اتباع کتاب وسنّت اور اجتناب بدعات ومحدثات کا حال بیان کیا، اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے سے چند حدیثیں روایت کیں، جن میں خلافت راشدہ کے بعد فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا، کہ نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لائے جائیں گے اور ان کو کتاب وسُنّت کی راہ سے منحرف کرنے کی کوشش ہوگی۔

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روائتیں کیں، ان میں عبداللہ ابن نمیر الہمدانی بھی ہیں جو محمد بن عبداللہ ابن نمیر الہمدانی اُستاد امام بخاریؒ کے والد ہیں۔ نیز عبدالرزاق صنعانی ہیں جو حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مشہور شیوخ میں سے ہیں۔

نظر میں ان کی دلیلوں کی اِس سے زیادہ وقعت ہے جو رسول اللہ ؐ

اور ان کے اصحابؓ کو خدا نے دی ہے ؟ اگر توحید اور عدل یہی ہے

اور خدا کی تمام صفتوں سے انکار کئے بغیر کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا

تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان

بھی باقی نہیں رہتا ۔

اس کے بعد انہوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جس نے سب سے

پہلے "خلقِ قرآن" اور نفیِ صفات کی بدعت ایجاد کی اور اپنے اساتذہ

کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیہ صحابہؓ نے کس طرح اس قول

پر اظہارِ خشم کیا اور اس کو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دے کر مسلمانوں کو

اجتناب و احتراز کی وصیت کی ۔ پھر کہا :-

"صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے

یہاں تک پہنچایا ، اور الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے جو حق کا رفیق اور خدّام

حق کا ولی ہے ۔ مجھے تیری مجلس میں پہنچنے اور فرض حق ادا کرنے

ہوتا تو آپ اُس سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار لیتے، اپنی رسالت

پر گواہی دلاتے، اور ارکانِ اربعہ کی طرف دعوت دیتے لیکن یہ نہ کہتے

کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرو۔ پھر تمام اصحاب رسول اللہ کا بھی یہی حال

رہا، اور باوجودیکہ ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں

کے آغاز تک موجود تھے، انھوں نے کبھی بھی اُس حد سے باہر قدم

نہیں نکالا جو قرآن وسُنّت نے قرار دے دی ہے۔ پس اے

امیرالمومنین! تجھ کو کیا ہوگیا ہے کہ اُمتِ مرحومہ کے لئے رحمت

ہونے کی جگہ عذاب بنا چاہتا ہے؟ اور جب تک کوئی مومن قرآن

کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے۔ تیری تلوار سے نجات نہیں پا سکتا؟

واللہ کہ یہ بدعتوں اور فتنوں کا وہی سیلاب ہے جس کے اُمنڈنے

کی ہم کو خبر دی گئی تھی، اور جس سے اصحابِ رسول اللہؐ نے ہمیشہ

بیزاری کی تھی۔ گمراہوں اور بدعتیوں کا یہ تمام گروہ جو تیرے گرد

جمع ہوگیا ہے۔ اور تجھکو صراطِ مستقیم سے بھٹکا رہا ہے، کیا تیری

ستم کر کے اپنے اعتقاد کو منصور و نعمتمند کرنا چاہتے تھے ۔ پس اگر دلیل و حجت کی سُنت کی جگہ قہر و ظلم کی سُنت پر تو عمل کرے گا، تو یاد رکھ کہ یہ ملتِ ابراہیمی کی سُنت نہ ہوگی ۔ ملتِ نمرودی کا اتباع ہوگا ۔

با ایں ہمہ پیروانِ ابراہیم علیہ السلام اس کے لئے بھی تیار ہیں اور تو دیکھ رہا ہے کہ اگر میں اس کے لئے تیار نہ ہوتا تو اس مجلس تک نہ پہنچتا ۔ "

یاد ہوگا کہ جب عبدالعزیز دربار میں پہنچا تھا تو ایک طرف سے آواز آئی تھی ۔ " اس شخص کے لئے تو صرف یہی کہہ دینا کافی ہے کہ قبح اللہ وجہک ۔ خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو اس سے زیادہ بدشکل نہیں دیکھا ۔ " شیخ نے یہ جملہ سنا تھا، مگر اس وقت خاموشی اختیار کر لی تھی ۔ اب وہ اس طرف متوجہ ہوئے ۔

" اور اے امیر المومنین ! تو نے کہا ہے کہ میری خواہشِ مناظرہ کے پورا کرنے کے لئے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہے، لیکن میں نے

کی توفیق دے دی۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اگر حق ہے تو اس کی تصدیق

کر، اور ان مفسدوں کا ساتھ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک

وضلالت پھیلا رہے ہیں۔ اگر حق نہیں ہے تو اس کے بطلان پر کتاب وسُنّت

سے دلیل لا، اور مجھ کو جھٹلا، تاکہ میں اُس چیز کے حق میں ہونے کی

راہ پا سکوں جس کو سلف میں سے کسی نے بھی نہ جانا۔ یہ حضرت ابراہیم

خلیل علیہ السّلام کی سُنّت اور ان کا طریق ہے کہ انھوں نے حجت پیش

کی اور منکرین سے حجت طلب کی۔ لیکن اے امیر المومنین ایک سُنّت

ان لوگوں کی بھی ہے جنھوں نے راہ حجت و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر

جور و قہر کے دامن میں پناہ لی تھی، اور کہا تھا کہ: حرقوہ وانصروا

الھتکم ان کنتم فعلین۔ ابراہیمؑ کو آگ میں جلا دو، اور اس

طرح اپنے معبودوں کی حمایت کر جن کے معبود ہونے پر کوئی حجت ودلیل

نہیں لاسکتے۔ ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کی نصرت کے لئے حجت

ودلیل نہ تھی، اس لئے وہ حضرت ابراہیمؑ پر جور و قہر اور ظلم و

کہا جائے ؟ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمالِ جسم

اور حسنِ خلقت عطا فرمایا، لیکن بادشاہِ مصر نے جب اُن کو قیدخانہ

سے نکال کر ملک و سلطنت عطا کی تو اُنھوں نے کہا۔" اجعلنی علیٰ

خزائن الارض انی حفیظ علیم ۔" اے بادشاہ اپنی سلطنت

میرے سپرد کردے۔ میں حفاظت کرنے والا اور صاحبِ علم ہوں۔ یہ

نہیں کہا ؛ کہ " انی حسن جمیل " مجھے سلطنت دیدے کیونکہ میں

حسین اور خوبصورت ہوں۔

## مامون کی محویت

" میں جبتک تقریر کرتا رہا مامون اس طرح ٹکٹکی لگائے

میری جانب نگراں تھا ، گویا پتھر ہے ، جس میں نہ تو ارادہ ہے نہ رُوح

اثناءِ تقریر میں کئی بار میں نے دیکھا کہ اُس کی آنکھیں تر ہوگئیں تھیں

اور قریب تھا کہ اُن سے آنسو بہ نکلے۔ یہ حال دیکھ کر تمام اہلِ دربار

دربار میں آتے ہی سب سے پہلی آواز جو سُنی اُسی سے معلوم ہوگیا کہ اِس مجلس کے مناظرہ کرنے والوں کے علم و حجّت کا کیا حال ہے؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں؟ پھر کیا وہی لوگ مجھ سے مناظرہ کریں گے۔ جن کے پاس سب سے بڑی دلیل بطلانِ حق کے لئے یہ ہے کہ مجھ کو خالقِ کائنات نے رنگ، اور چہرہ اچھا نہ دیا؛ اور میں ان کی نگاہوں میں حسین و جمیل نہیں؟ اے امیرالمومنین! میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش و نگار جو تیرے ایوان دربار کی دیواروں پر بنے ہوئے ہیں اگر خوشنما نہ ہوتے تو تو ان کو ملامت کرتا یا ان کے صناع اور صناع کے قلم کو؟ اگر تیری ملامت صنّاع تک پہنچتی، تو کیا میرے جسم و چہرہ پر اعتراض کر کے انھوں نے صناع کائنات پر ملامت نہیں کی اور اس کی صناعت کو ذلیل نہیں ٹھہرایا؟ کیا یہی توحید ہے جس کے یہ لوگ مدّعی ہیں، اور جو کامل نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اللہ کے کلام منزّل کو مخلوق نہ

سُنا اور جن جن چیزوں کو تو نے میری طرف نسبت دی، اُن سے
سُنے ہمانے اپنے نفس کا احتساب کیا الحمدللہ کہ میں ان سے بری ہوں
میں بندگانِ خدا پر ظلم کرنا نہیں چاہتا، بلکہ ان کو حق اور توحید
کی طرف بُلاتا ہوں جس کو دلیل و برہان اور کتاب اللہ نے مجھ پر
ظاہر کیا ہے۔ با ایں ہمہ یقین کر کہ میرا حلم میرے غضب پر غالب
آئے گا، اور خدا کی قسم، میں تیری سختی اور درشتی کی وجہ سے اپنا
انتقام تجھ سے نہ لوں گا، بلکہ تیری دلیلوں کو سنوں گا اور تیرے
براہین کو وزن کروں گا۔ مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ تو حق کی غیرت رکھتا ہے
اور اس کے لئے بے باک ہے۔ تو نے اپنے گھر کو دُنیا کے لئے نہیں
چھوڑا۔ بلکہ اُس چیز کے لئے چھوڑا جس کو تو حق یقین کرتا ہے،
پس تیری حمیتِ حق اس کی مستحق ہے کہ تیری عزت کی جائے اور تیری
کوئی سختی مجھ کو اِس اعتراف سے نہیں روک سکتی۔ میرا تیرا معاملہ
اب صرف حق و باطل کا ہے۔ اگر تیرے پاس حجتِ ابراہیمی ہے تو پیش

متحیّر تھے، اور جبکہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے، تو انھوں
نے دیکھا کہ شدتِ تاثر و محویت سے وہ خود ہی بے حال ہو رہا ہے۔
ان میں سے ہر شخص حیرت و دہشت سے ہلاک ہو گیا کہ جو مامون مسئلہ
"خلق قرآن" کے مخالفین کے لئے قتل و سلب کے سوا اور کچھ نہیں
رکھتا تھا وہ کس طرح صامت و ساکن بیٹھا ہے، اور جو کچھ میں کہہ
رہا ہوں، سُن رہا ہے؛ حالانکہ وہ اللہ کی نصرت حق سے بے خبر
تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ سب کچھ اُسی کے اختیار میں ہے اور
وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

## مامون کی تقریر

شیخ صاحب جب تقریر ختم کر چکے تو مامون الرشید کچھ دیر تک
خاموش رہا۔ پھر کہا:۔

"اے عبد العزیز! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ تو نے جو کچھ کہا میں نے

| | |
|---|---|
| بينكو، فان تبين الحجة | کوئی فریق نہ ہوں) پس مناظرہ کر۔ اگر تیری حجت |
| لك عليهم والحق معك | تیرے مخالفین پر واضح ہو گئی اور حق تیرے ساتھ |
| اتبعناك، وان تكن | ثابت ہوا تو ہم تیری پیروی کریں گے اور اگر |
| الحجة لهم عليك | تو حجت نہ لا سکا اور حق نے تیرے مخالفین کا |
| عاقبناك | ساتھ دیا، تو پھر تیرے لئے اس کی سزا ہے۔ |

## آغازِ مناظرہ

شیخ نے مناظرہ کے لئے پوری آمادگی ظاہر کی، اور مامون نے بشر مریسی رئیس معتزلہ عہد کو حکم دیا کہ مناظرہ شروع کرو۔

بشر اپنی جگہ سے اٹھ کر مامون کی نشست کے قریب آیا، اس کی تمام جماعت اُس کے ساتھ تھی۔ مامون نے خود ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ دلیل بشر پیش کرے گا اور شیخ جواب دے گا۔ خارج از موضوع کوئی بات نہیں کی جائے گی۔ دلائل کا تمام دار و مدار صرف قرآن

کر جس کی پیروی کے لئے تو یہاں تک آیا ہے، اور جب تک تو قرآن

کی اس شہادت اور عقل صریح کی اس دلیل کو نہ جھٹلا دے جو

قرآن کو مخلوق ثابت کرتی ہے۔ اس وقت تک تجھے حق نہیں ہے

کہ اپنے آپ کو حجّتِ ابراہیمی کا پیرو ثابت کرے۔ حجّتِ ابراہیمی یہ

تھی کہ جب منکرِ خدا نے اُس سے جھگڑا کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے

کہا۔ " اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، اگر تجھ کو اِس سے انکار

ہے تو تو مغرب سے نکال دیکھ۔" یہ حجت ایسی تھی جس کو عقل نے

پہچانا اور مشاہدہ وحس نے اس پر گواہی دی، پس تو بھی حجّت لا،

اور صاحبانِ علم و حجج سے مناظرہ کر"

مامون کے آخری الفاظ یہ تھے۔

| | |
|---|---|
| وقد جمعت المخالفين | اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو ان سے |
| لك لتناظرهم بين | میرے سامنے مناظرہ کرے، اور میں بمنزلہ ایک |
| يدى، واكون انا الحاكم | حاکم کے تم دونوں فریق کے لئے ہوں (یعنی خود |

نیز زیادہ تر خالص علمی دلائل و مباحث سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے مطالعہ میں عام قارئین رسالہ کے لئے کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ عموماً جو دلائل کتب کلام و عقائد و اختلاف میں مسئلہ "قدم و خلق قرآن" کے متعلق نظر آتے ہیں، وہی فریقین کی طرف سے پیش ہوئے، اور ہماری موجودہ صحبت کا موضوع مسئلہ "خلق قرآن" نہیں بلکہ علمائے سلف کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ایک نظارہ دکھانا ہے۔

بشر مریسی کی طرف سے جس قدر آیتیں قرآنِ حکیم کی پیش کی جاتی تھیں۔ اُس کے جواب میں خود قرآن ہی سے عبدالعزیز انتہا دلاتے اور ثابت کر دیتے کہ اِن آیات کو "خلق قرآن" سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی سلسلہ میں حروف و اصوات کی بحث نکل آئی جہم بن صفوان نے اگرچہ نفی صفات کی بنا پر "خلق قرآن" کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن بشر مریسی کا اعتقاد اشاعرہ کے اعتقاد سے اقرب تھا، وہ زیادہ تر

کی اندرونی شہادت پر ہوگا' اور ہر فریق پورے ضبط و سکون اور کشادہ دلی کے ساتھ مخالف کی تقریر سنے گا۔ مامون نے دونوں فریق کو مخاطب کرکے اِس بارے میں جو تقریر کی' وہ نہایت وقیع ہے' اور گویا آدابِ مناظرہ پر ایک بہترین درس ہے۔ جس قدر حصّہ شیخ نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے' ہم کسی دوسری صحبت میں اس کا ترجمہ کریں گے۔

اب مناظرہ شروع ہوا۔ بشریکے بعد دیگرے قرآن کریم کی آیت پیش کرتا' اور شیخ اس کا جواب دیتے۔ پھر رد و جواب الجواب کا سلسلہ جاری ہوتا۔ شیخ نے حرف بحرف تمام مناظرہ نقل کیا ہے اور پوری شرح و بسط اور انصاف و عدالت کے ساتھ مخالف کی تمام دلیلوں اور تقریروں کو بھی قلمبند کیا ہے۔

افسوس کہ ہم اِس مناظرہ کو نقل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بہت طول طویل ہے اور رسالہ کے اوراق کا بڑا حصّہ اسی پر مشتمل ہے۔

شیخ کے حسن جواب کی داد دیتا اور کبھی بشر کے استدلال و استشہاد سے خوش ہوتا کہ یکایک بشر نے کہا:۔

"میں اپنے اور تمام دلائل و براہین کو خود ہی چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ اس طرح ردوکد میں کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اب صرف ایک سوال کرتا ہوں اُس کا جواب دو۔ تمام بحث کا ابھی خاتمہ ہو جائے گا اور حق کے اعتراف کے بغیر تم کوئی راہِ نجات اپنے سامنے نہ پاؤگے۔"

یہ کہہ کر اس نے سوال کیا:۔

"قرآن نے صدہا مقام پر اللہ کو خالق کل شئی کہا ہے یا نہیں ہے۔ یعنی خدا ہر چیز کا خالق ہے۔"

شیخ نے کہا۔ "ہاں وہی ہر شے کا خالق ہے۔"

بشر نے کہا۔ "قرآن بھی "شے" ہے یا نہیں؟"

شیخ نے کہا:۔ پہلے "شے" کی حقیقت سُن لو پھر جواب مانگو۔"

بشر زیادہ تیز ہو کر بولا۔ "میں اور کچھ سننا نہیں چاہتا میرے

حروف و اصوات عربیہ کے حدوث و خلق پر زور دینا' اور "کلام اللہ"

اور "قرآن عربی" میں تفریق کر کے اس قرآن کے خلق و حدوث کو قطعی

قرار دینا ' جو عربی زبان میں ہم پڑھتے اور لکھتے ہیں ۔لیکن شیخ

عبدالعزیز نے ثابت کیا کہ جو قرآن اُتارا گیا وہ عربی میں تھا جیسا

کہ جا بجا فرمایا ؂ انا انزلناہ قرآناً عربیًا۔ یا کہا بلسان عربی

مبین پس وہ چیز جو عربی زبان میں اُتری تھی ۔ اگر عربی تھی

تو قطعاً عربی کے حروف و اصوات ہی میں تھی ۔ ان سے مجرد نہیں ہو

سکتی' اور وہی کلام اللہ ہے ۔پس کلام اللہ عربی میں اُترا' اسی

کو رسول نے تلاوت کیا' اور وہی ہماری زبانوں سے بھی نکلتا ہے

کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

## فتح و شکست کا آخری میدان

سلسلۂ بحث بڑھتا جاتا تھا ' اور مامون کا یہ حال تھا کہ کبھی

(حق آیا اور باطل مٹا اور باطل مٹنے والی ہی چیز ہے)

شیخ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ خود بشر مریسی بھی اپنا جوش تعصب نہ روک سکا اور بار بار کہنے لگا۔" ولکن قعد حمارا لشیخ علی القنطرۃ"

(یعنی بالآخر شیخ کا گدھا پل دیکھ کر بیٹھ گیا اور آگے نہ بڑھ سکا)

شیخ کا اعراض دیکھ کر مجلس کو یقین ہو گیا کہ شیخ کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہیں اور اس نے تلوار رکھ دی۔ اگر وہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن بھی شے ہے۔ اور اشیاء میں داخل ہے، تو لازمی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے اور ہر شے مخلوق ہے۔ پس قرآن بھی مخلوق ہے۔ اگر نہیں مانتا تو عقل و بداہت سے انکار کرتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے۔ یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ وہ شئے نہیں۔ اگر شے نہیں تو کیا ہے؟

خود مامون الرشید کا بھی یہی خیال تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ شیخ عبدالعزیز بالکل بے بس ہو گیا ہے، اسی لئے جواب سے بچنا چاہتا ہے

سوال کا جواب دو۔ قرآن بھی "اشیا" میں داخل ہے یا نہیں ؟"

شیخ نے پھر کہا "تمھارا طرز سوال ہی غلط ہے اس میں دھوکا ہے

تم کو چاہیئے کہ صبر و ضبط کے ساتھ پہلے میری تقریر سن لو۔"

بشر نے کہا تقریریں بہت ہو چکیں ' امیر المومنین کو نتیجۂ مناظرہ کا

انتظار ہے اب اور کسی تقریر کی ضرورت نہیں۔ تم میرے سوال کا

جواب دو۔"

شیخ نے پھر جواب سے اعراض کیا۔ اس پر بشر نے مامون سے

کہا۔"یا امیر المومنین! حاکم کا فرض عدل و انصاف ہے۔ آپ حاکم ہیں

اگر عبدالعزیز حجت رکھتا ہے تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟"

یہ حالت دیکھ کر محمد بن جہم معتزلی نے پکارا :۔ظہر امر اللہ و

وھم کارھون۔" (اللہ کا امر ظاہر ہو گیا۔ ایسی حالت میں کہ انھیں ناگوار ہے)

بشر کے گروہ میں سے ایک اور شخص اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چیخ کر کہا۔

"یا امیر المومنین جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"

یہ اقرار سنتے ہی بشر اُچھل پڑا، اور بشر اور مامون الرشید ایک ساتھ بول اُٹھے۔

"اگر قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے تو قرآن کہتا ہے کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہے اور تمام اشیاء مخلوق ہیں، پس قرآن کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کر لیا۔"

شیخ نے گرج کر کہا :- "ہرگز نہیں! اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا۔ قرآن کہتا ہے۔ ویحذرکم اللہ نفسہ یعنی اللہ تم کو اپنے "نفس" سے ڈراتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہے اور پھر قرآن کہتا ہے کہ کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس کے لئے ضرور ہے کہ وہ موت کا مزہ چکھے۔ پس اگر اشیاء میں قرآن داخل ہو کر مخلوق ہو گیا تو کیا خدا بھی "کل نفس" میں داخل ہو کر اور نفس ہو کر موت کا مزہ چکھے گا۔؟"

شیخ عبدالعزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا۔ اور ایسا

اس نے پہلی دفعہ غضبناک ہو کر شیخ سے کہا ۔ "یا عبدالعزیز! تجھے کیا ہو گیا ہے، کیوں سوال کا جواب نہیں دیتا ۔"

## اعلانِ حق

شیخ لکھتے ہیں کہ "فی الحقیقت اس وقت میں کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا، اور صاف نظر آتا تھا کہ قرآن کے "شے" ماننے کے ساتھ ہی یہ سب لوگ شور مچائیں گے کہ قرآن کا مخلوق ہونا ثابت ہو گیا ۔ لیکن مامون کے غضبناک ہوتے ہی، اللہ نے میری مدد کی اور یکایک راہ کامیابی دکھلادی "

شیخ نے کہا ۔ "مجھکو جواب دینے سے انکار نہیں ۔ لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ہے اس میں ایک سخت دھوکا اور فساد ہے ۔ اس لئے میں پہلے اُسے صاف کرنا چاہتا تھا ۔ بایںہمہ اگر امیرالمومنین کو اس پر اصرار ہے تو اچھا، میں تسلیم کر لیتا ہوں کہ قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے"

سے مخاطب ہو کے کہا :۔

"اگرچہ اِس مسئلہ کا فیصلہ ہماری آج کی صحبت میں نہ ہو سکا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اس کی کسی دلیل کے آگے میں نے تجھے عاجز نہ پایا۔ تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے تیری جرأت و ثابت قدمی تیری فضیلت کا اصلی جوہر ہے۔ تو نے جس بے خوفی و بے جگری سے میرے حضور میں زبان کھولی اور جس طرح میرے جلال و غضب اور موت و ہلاکت کے خوف سے بے پروا ہو کر تقریر کی واللہ کہ میں اس کی قدر کروں گا، اور تیری درشتی و تلخ گوئی کو اپنی قدردانیوں اور حلم سے جھکا دوں گا۔ میری طرف سے تیرے لئے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ہے اور تیرا جوہر استعداد اس کا مستحق ہے کہ میری مجلسِ علم کا ندیم ہو۔ تو اب مدینۃ السلام میں قیام کر اور ہر بدھ کے دن میری صحبت علمی میں شریک ہو۔"

معلوم ہوا گویا یہ الفاظ نہیں تھے ایک بجلی تھی جو یکایک کوندگئی ۔ اور تمام نگاہوں کو خیرہ اور دلوں کو دہلا گئی ۔ خود بشر مریسی مبہوت ہوکر دیکھنے کا دیکھتا رہ گیا ! فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون ۔

یا تو مامون الرشید غضبناک ہوکر شیخ سے جواب طلب کر رہا تھا اور اسے "خلق قرآن" کے اعتراف پر مجبور سمجھتا تھا' یا بے اختیار ہوکر عبدالعزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا اور پکار پکار کر کہنے لگا "معاذ اللہ معاذ اللہ! خدا کی ذات موت سے بری ہے ۔

# خاتمہ

بشر مریسی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا شیخ نے بھی اس کا جواب ایسا ہی دیا ۔ وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجّت کا اعلان آخری تھا ۔

مامون الرشید نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جائے اور عبدالعزیز

اور مجھ سے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانوں کو تہلکہ میں ڈالتے حتیٰ کہ جوشِ خلائق اور شدتِ ہجوم سے میں عاجز آگیا اور گھر تک پہنچنا دشوار ہوگیا "

" اِس کے بعد جب تمام علمائے شہر و امصار کو واقعاتِ مناظرہ کی خبر ملی تو اِس غیر متوقع تائید غیبی پر سجدۂ شکر بجا لائے اور اِس ایک نمونے نے ہزاروں زبانوں کو یکا یک کھول دیا۔ جو خوف جان و مال سے اظہار حق نہیں کر سکتی تھیں ، پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھ کر کسی کو جرأت نہیں پڑتی تھی۔ لیکن اب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر جرأت اور ثابت قدمی کے ساتھ حق کا اعلان کیا جائے ، تو اللہ کی نصرت کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی اور ہر شخص کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔"

" صبح سے لے کر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور مجلس مناظرہ کے حالات پوچھتے۔ میں روایت کرتے کرتے تھک

شیخ لکھتے ہیں۔ "اس کے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس
ہزار درہم میرے قیام گاہ پر بھیجدیا جائے۔ نیز قیام کے لئے ایک سجا
سجایا محل سرکاری بھی مرحمت ہو۔ پھر تلوار کے نیام پر ہاتھ رکھا جو
مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا۔ تمام اہل دربار اُٹھ کھڑے ہوئے
میں جب رخصت ہونے لگا تو مامون مسکرایا اور کہا۔ "آج تونے اپنے
بڑے ہی طاقتور حریف پر فتح پائی۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"میں جب دربار سے نکلا تو تمام لوگوں کو راستوں، دکانوں
اور کوٹھوں پر چشم براہ پایا۔ لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرأت کا کیا نتیجہ
نکلتا ہے؟ جب انھوں نے دیکھا کہ میں نہایت اعزاز واکرام کے
ساتھ واپس جا رہا ہوں اور مجلس مناظرہ میں کامیاب رہا ہوں۔ تو
ان کی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی لوگ ہر طرف سے مبارکباد دینے
اور ارباب حق کی فتح پر خوشیاں منانے کے لئے ہجوم کرتے

بعد تیرہ ماہ تک ہادی تخت نشین رہا۔ اس کے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے۔

(۲) تقریر میں انہوں نے کہا "تم سے پہلے آئمہ جور نے جو کچھ کیا، اللہ نے اس کے لئے تم کو کھڑا کر دیا۔" یہ اشارہ بنو امیہ کی طرف تھا۔ جن کو ہلاک کر کے آلِ عباس نے اپنی حکومت قائم کی۔

(۳) اس سرگذشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تاکہ ہمارے موجودہ عہد کے علماء سلف کے ان واقعات کو پڑھیں اور عبرت پکڑیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغِ حق ہی وہ اصلی و حقیقی فرض ہے جو اسلام نے علماء کے سپرد کیا۔ اگر اس فرض سے ان کا علم و عمل خالی ہے تو اُن کو یقین کرنا چاہیئے کہ انہوں نے اپنی ہستی مٹا دی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھانس ان سے زیادہ قیمتی ہے ❊
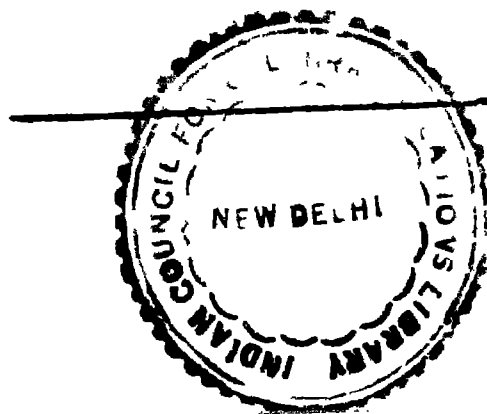
گیا۔ یہاں تک کہ خبر دور دور تک پھیل گئی اور حجاز و شام تک سے
لوگ دریافت کرنے کے لئے آنے لگے۔ تب عاجز آکر میں نے چاہا کہ اس
مناظرہ کے واقعات قلمبند کردوں تاکہ ہر شخص اس کو پڑھ کر حق کی فتح
اور باطل کے خذلان کی سرگذشت معلوم کرلے۔"

## اِستدراک

(۱) شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں کہا ہے۔

"خدا نے مسلمانوں سے "خلق قرآن" کا اقرار نہیں کرایا لیکن
ایک انسان کراتا ہے (یعنی مامون) جو ہارون کے گھر میں پیدا ہوا
اور ہادی کا بیٹا تھا۔"

شیخ کے رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔
خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہیں ہے بلکہ ھارون
اور ہادی دونوں محمد بن منصور ملقب بہ مہدی کے بیٹے ہیں۔ مہدی کے